# دِلکش اردو

HPCU77

## برائے جماعتِ ہفتم

# ଦିଲ୍‌କଶ୍ ଉର୍ଦ୍ଦୁ

## ସପ୍ତମ ଶ୍ରେଣୀ

اڈیشا اسکول تعلیمی پروگرام اتھاریٹی،
بھوبینشور

محکمۂ تعلیمِ اساتذہ اور صوبائی تحقیقی و تربیتی ادارہ برائے تعلیم،
اڈیشا، بھوبنیشور

ବିଦ୍ୟାଳୟ ଓ ଗଣଶିକ୍ଷା ବିଭାଗ, ଓଡ଼ିଶା ସରକାର

# دِلکش اردو

## برائے جماعتِ ہفتم

(تجرباتی ایڈیشن)


**مجلسِ اِدارَت**

۱۔ پروفیسر کرامت علی کرامتؔ
۲۔ سید منظور احمد قاسمی
۳۔ ڈاکٹر شیخ مبین اللہ
۴۔ محمد مطیع اللہ نازشؔ
۵۔ سید فضلِ رسول

**نظر ثانی کنندگان:**

۱۔ سید عطا محی الدین
۲۔ محمد سلیم الدین
۳۔ میر مسعود علی قاسمی

**کوآرڈی نیٹر:** ڈاکٹر تلوتّما سیناپتی
ڈاکٹر سبیتا ساہو



ناشر : محکمۂ اسکول و تعلیمِ عامّہ، اڈیشا سرکار

سن اشاعت : 2010
2019

ترتیب : محکمۂ تعلیمِ اساتذہ اور صوبائی تحقیقی و تربیتی ادارہ برائے تعلیم، اڈیشا، بھوبنیشور
اور
ادارۂ نشر و اشاعت برائے کتبِ تعلیم و تدریس صوبۂ اڈیشا، بھوبنیشور

مکتبہ : درسی کتاب چھپائی و فروخت، بھوبینشور

# پیش لفظ

اب تک ابتدائی درجوں میں اردو کی درسی کتابیں اڈیشا میں طلبا کے لیے مہیا نہیں تھیں ۔جس کی وجہ سے طلبا بہت ساری پریشانیوں کا سامنا کرتے تھے۔ بروقت کتابیں نہ ملنے کی وجہ سے اساتذہ، والدین اور طلبا سبھی فکر مند رہا کرتے تھے۔اس کا بُرا اثر طلبا کے امتحانات کے نتائج پر بھی پڑتا تھا۔ہم عام طور پر دوسرے صوبوں کی کتابوں پر منحصر کرتے تھے۔

یہ پہلا موقع ہے کہ حکومت اڈیشا نے ایس سی ای آر ٹی کو یہ ذمہ داری سونپی اور اس نے چند تجربہ کار اساتذہ پر مشتمل ایک مجلس ادارت قائم کی اور اس مجلس ادارت نے بہت سوچ سمجھ کر مختلف جماعتوں کے لیے اسباق کا انتخاب کیا ہے۔ یہ کتابیں مرکزی حکومت کی این سی ایف ۲۰۰۵ء اور ریاستی حکومت کی ایس سی ایف ۲۰۰۷ء کے مطابق تیار کی گئی ہیں۔ہمیں امید ہے کہ یہ کتابیں طلباء کے لیے بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوں گی۔اسباق کے آخیر میں مشقیں جدید انداز کی ہیں جو طلباء کے ذہن کو وسعت عطا کریں گی اور ہم اس کو مزید بہتر کرتے جائیں گے۔

یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے جس میں پہلے اڈیشن کی چند خامیوں کو درست کی گئی ہیں۔
ہم پرامید ہیں کہ زیرِنظر کتاب اردو زبان کے طلبا کی بنیادی ضرورتوں اور مقاصد کو پورا کرے گی۔

مجلسِ اِدارَت

# فہرست

## حصّہ ''نظم''


| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | ایسی زمیں کہاں ہے!! | حامد اللہ افسر | 1 |
| ۲۔ | نعت | فیضی سنبھل پوری | 5 |
| ۳۔ | پرندے کی فریاد | محمد اقبال | 7 |
| ۴۔ | آبِ رواں | اکبر الہ آبادی | 11 |
| ۵۔ | آدمی نامہ | نظیر اکبر آبادی | 15 |
| ۶۔ | اردو اور اڑیا | عبدالحلیم حلیم | 17 |
| ۷۔ | آگ اور پانی | سید اولادِ رسول قدسی | 21 |
| ۸۔ | پھول کی فریاد | شوق قدوائی | 25 |
| ۹۔ | پارلاکھمنڈی کالج | کرامت علی کرامت | 29 |
| ۱۰۔ | ابو بن ادھم کا خواب | امجد نجمی | 33 |


## حصّہ ''نثر''


| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۱۔ | جوکر | محمود بالیسری | 37 |
| ۱۲۔ | چوڑی والا | لکشمی کانت مہاپاترا<br>ترجمہ: یوسف پرویز | 44 |
| ۱۳۔ | رسول اللہ ﷺ کا بچوں سے پیار | محمد مطیع اللہ نازش | 52 |
| ۱۴۔ | ہندوستان کا پہلا خلاباز: راکیش شرما | ڈاکٹر شیخ مبین اللہ | 57 |
| ۱۵۔ | کمپیوٹر | سید فضل رسول | 62 |
| ۱۶۔ | کٹک | ڈاکٹر حفیظ اللہ نیولپوری | 67 |
| ۱۷۔ | مجاہدِ آزادی! نیتاجی سبھاس چندر بوس | محمد مطیع اللہ نازش | 73 |
| ۱۸۔ | سبزیوں کا مشاعرہ | خاور نقیب | 83 |
| ۱۹۔ | ایک خط | پنڈت جواہر لال نہرو | 92 |
| ۲۰۔ | اولمپک کھیل | ماخوذ | 97 |

# حصّہ نظم

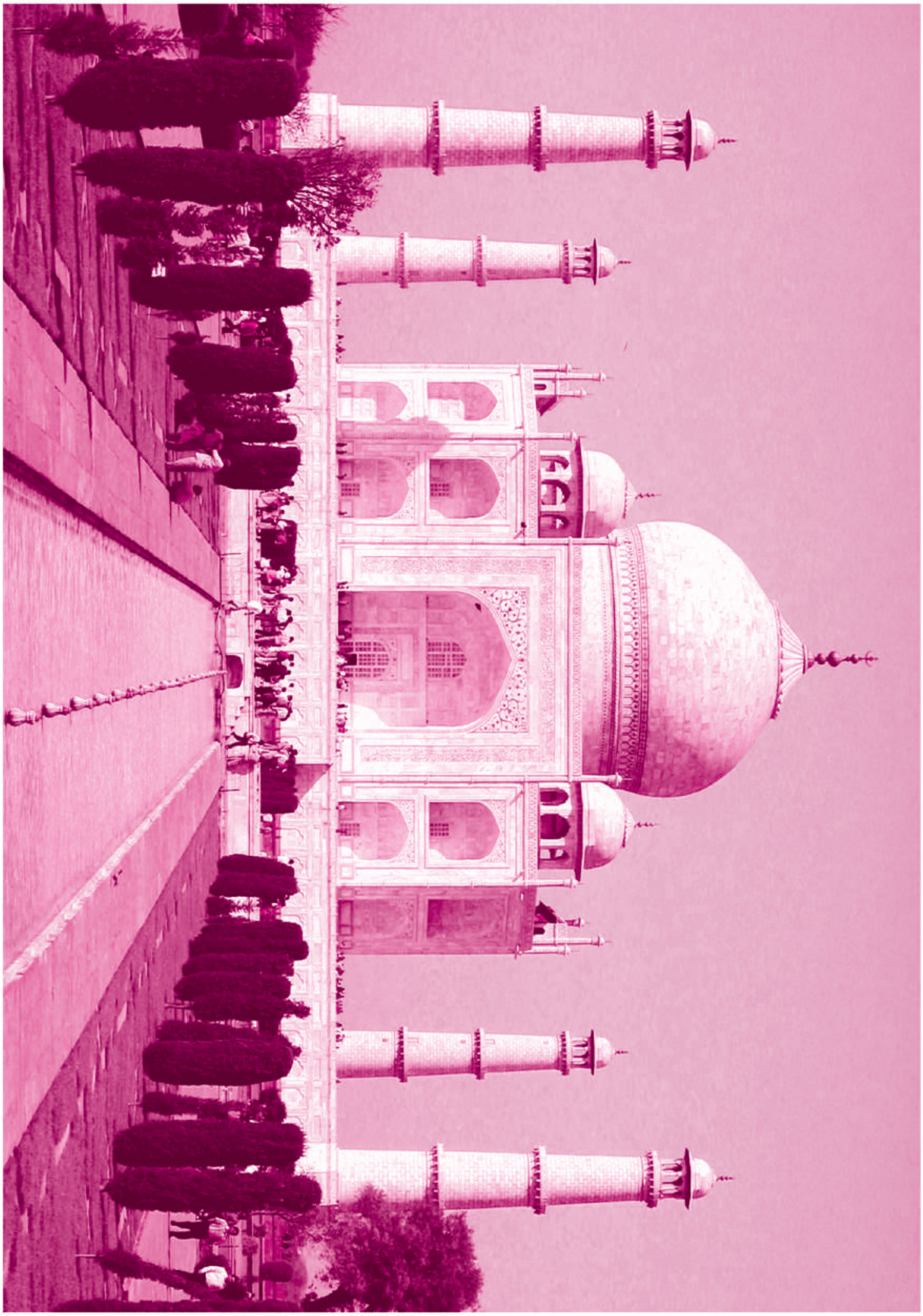

# ایسی زمیں کہاں ہے!!

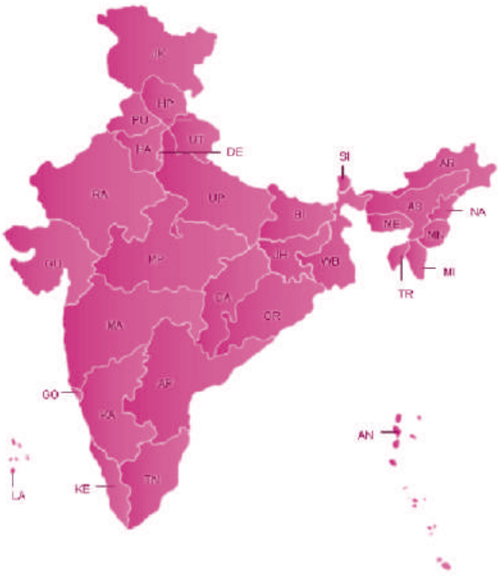


یہ آسماں بنایا
سارا جہاں بنایا
ہندوستاں بنایا
یا گلستاں بنایا
کیا شکر ہو الٰہی ! سب کچھ عطا کیا ہے
میرے وطن کو تو نے جنت بنا دیا ہے

کانوں کو بھر دیا ہے
مٹی کو زر دیا ہے
اکسیر کر دیا ہے
کیا پیارا گھر دیا ہے
کیا شکر ہو الٰہی ! سب کچھ عطا کیا ہے
میرے وطن کو تو نے جنت بنا دیا ہے

برسات آ رہی ہے
جھولے جھلا رہی ہے
کلیاں کھلا رہی ہے
دل کو لبھا رہی ہے

پربت جو اِک یہاں ہے
ہم دوشِ آسماں ہے
کیسا عجب سماں ہے
ایسی زمیں کہاں ہے
کیا شکر ہو الٰہی! سب کچھ عطا کیا ہے
میرے وطن کو تو نے جنت بنا دیا ہے

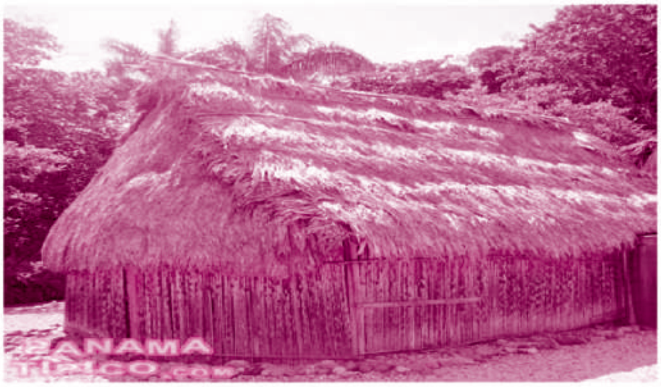

یہ پھونس کی کُٹیا ہے
افسر کی جھونپڑی ہے
کس درجہ سادگی ہے
راحت کی زندگی ہے
کیا شکر ہو الٰہی! سب کچھ عطا کیا ہے
میرے وطن کو تو نے جنت بنا دیا ہے

۱۔ پڑھیے اور سمجھیے:

گلستاں : باغ

کان : زمین کی تہہ جہاں سے لوہا، کوئلہ مٹی کا تیل وغیرہ نکلتا ہے۔

زر : سونا

اکسیر : بہت فائدہ کرنے والی چیز / وہ دوا جو ہر بیماری کو دور کردے۔

ہم دوش : برابر

راحت : آرام

## مشق

۲۔ سوچیے اور بتائیے:

(i) شاعر اس نظم میں کس سے مخاطب ہے؟

(ii) شاعر خدا کی کن کن رحمتوں کا شکر ادا کر رہا ہے؟

(iii) کانوں سے ہمیں کیا ملتا ہے؟

(iv) برسات کا موسم شاعر کو کیوں پسند ہے؟

(v) نظم میں شاعر کس پربت کی طرف اشارہ کر رہا ہے؟

(vi) شاعر کو اپنی جھونپڑی کیوں پسند ہے؟

(vii) جس نظم میں خدا کی تعریف کی جائے اسے کیا کہتے ہیں؟

۳۔خالی جگہوں کو دیے ہوے لفظوں سے پر کیجیے:

(i) میرے وطن کو تو نے............بنا دیا ہے۔(بہشت۔جنت)

(ii) جھولے.........رہی ہے۔(چلا۔جھلا)

(iii) کیسا عجب سماں ہے۔ایسی زمیں........ہے؟(کہاں،کدھر)

(iv) کانوں کو بھر دیا ہے۔مٹی میں.......دیا ہے۔(سونا،زر)

۴۔یاد کیجیے:

اس نظم کو زبانی یاد کیجیے۔

۵۔غور کرنے کی بات:

''گُلِستان'' کا تلفظ ''گُلِستاں'' بھی ہے۔

درج ذیل الفاظ حروف جار ہیں۔تک،کو،میں،سے،پر،کے،لیے،کا،کے،کی واسطے۔ان کے کام یہ ہیں کہ اسم کے بعد آتے ہیں۔ان کی مدد سے جملے بنتے ہیں اور بامعنی ہو جاتے ہیں۔ان سے پہلے جو اسم آتا ہے اسے مجرور کہتے ہیں۔جیسے خالد گھر میں ہے۔اس جملے میں ''میں'' حرف جار ہے اور ''گھر'' مجرور ہے۔

نظم ''ایسی زمیں کہاں ہے'' کے جن مصرعوں میں حرفِ جار کا استعمال ہوا ہے انھیں اپنی کاپی میں لکھیے۔

# نعت

HPVLAH

آپ کی خاطر کعبہ کعبہ، صلی اللہ علیہ و سلم
آپ کے دم سے طیبہ طیبہ، صلی اللہ علیہ و سلم

غنچہ غنچہ، گلشن گلشن، دانہ دانہ، خرمن خرمن
قطرہ تمہارا، دریا دریا، صلی اللہ علیہ و سلم

جس نے مانگا قطرہ قطرہ، اس کو ملا ہے چشمہ چشمہ
رحمت رحمت، دریا دریا، صلی اللہ علیہ و سلم

میری لحد ہو روشن روشن، خُلد کا ہر سُو، روزن روزن
نور ہو تیرا گوشہ گوشہ، صلی اللہ علیہ و سلم

شورشِ محشر نفسی نفسی، سب کو پڑی ہے اپنی اپنی
فیضؔی پکارے آقا آقا، صلی اللہ علیہ و سلم

☆☆☆

۱۔ پڑھیے اور سمجھیے :

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| غنچہ | : | پھول کی کلی، شگوفہ | چشمہ | : | پانی کا سوتا |
| خرمن | : | کھلیان ۔ غلے کا ڈھیر ۔ | لحد | : | قبر |
| خلد | : | بہشت ۔ جنت | محشر | : | قیامت |
| آقا | : | مالک | | | |

## مشق

۲۔ سوچیے اور بتائیے :

(i) نعت میں کس کی تعریف کی جاتی ہے؟

(ii) اللہ تعالیٰ نے کعبے کو کس کی خاطر بنایا؟

(iii) قیامت میں کس طرح کا عالم ہوگا؟

۳۔ جانیے اور بتائیے :

اس نظم میں جن الفاظ کی تکرار ہوئی ہے انہیں لکھیے :

مثلاً : کعبہ کعبہ      طیبہ طیبہ

__________  __________  __________  __________

__________  __________  __________  __________

۴۔ نیچے دیے گیے الفاظ کو استعمال کر کے جملے بنائیے :

گلشن ۔ روشن ۔ قطرہ ۔ آقا ۔ دریا

# پرندے کی فریاد

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا چہچہانا

آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی
اپنی خوشی سے آنا اپنی خوشی سے جانا

لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم
شبنم کے آنسوؤں پر کلیوں کا مسکرانا

وہ پیاری پیاری صورت وہ کامنی سی مورت
آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانہ

آتی نہیں صدائیں اُس کی مرے قفس میں
ہوتی مری رِہائی اے کاش میرے بس میں

کیا بدنصیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں
ساتھی تو ہیں وطن میں ، میں قید میں پڑا ہوں

آئی بہار کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں
میں اِس اندھیرے گھر میں قسمت کو رو رہا ہوں

اِس قید کا الٰہی دُکھڑا کسے سناؤں؟
ڈر ہے یہیں قفس میں، میں غم سے مر نہ جاؤں

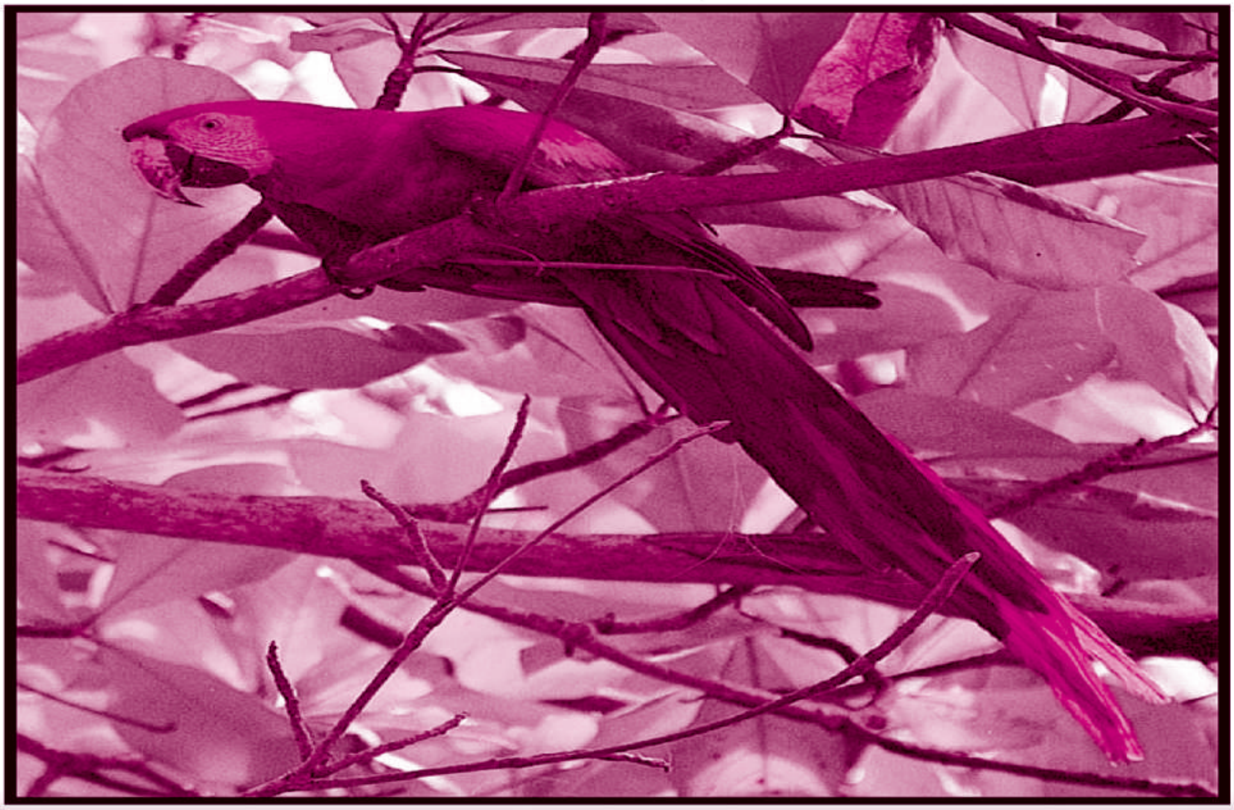

جب سے چمن چُھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے
دل غم کو کھا رہا ہے ، غم دل کو کھا رہا ہے

گانا اِسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سننے والے
دُکھے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے

آزاد کر دے مجھ کو او قید کرنے والے
میں بے زباں ہوں قیدی تو چھوڑ کر دُعا لے

۱۔ پڑھیے اور سمجھیے

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| جس دم | : | جس وقت | شبنم | : اوس |
| آشیانہ | : | گھونسلا | قفس | : پنجرہ |
| صدا | : | آواز | | |

# مشق

۲۔ سوچیے اور بتائیے:

(i) پرندے کو گزرے ہوئے زمانہ کی کون کون سی باتیں یاد آ رہی ہیں؟

(ii) پرندہ قفس میں بھی کس کی آواز سننے کا آرزومند ہے؟

(iii) پرندہ خود کو بدنصیب کیوں سمجھتا ہے؟

(iv) قفس کو اندھیرا گھر کیوں کہا ہے؟

(v) سننے والوں سے پرندہ کیا آرزو کرتا ہے؟

۳۔ بتائیے: ع۔ آئی بہار کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں

کلیوں کے ہنسنے سے کیا مطلب ہے؟

۴۔ اس نظم کو زبانی یاد کیجیے۔

# آبِ رواں

اُچھلتا ہوا اور ابلتا ہوا اکڑتا ہوا اور مچلتا ہوا
پہاڑوں پہ سر کو پٹکتا ہوا چٹانوں پہ دامن جھٹکتا ہوا
وہ پہلوئے ساحل دباتا ہوا یہ سبزے پہ چادر بچھاتا ہوا
وہ گاتا ہوا اور بجاتا ہوا یہ لہروں کو پیہم نچاتا ہوا
بپھرتا ہوا جوش کھاتا ہوا بگڑ کر وہ کف منہ میں لاتا ہوا

وہ اونچے سُروں میں تمّوج کا راگ
وہ خود جوش میں آ کے لانا یہ جھاگ

وہ روئے زمیں کو چھپاتا ہوا وہ خاکی کو سیمیں بناتا ہوا
گل و خار یکساں سمجھتا ہوا ہر اک سے برابر اُلجھتا ہوا
بہاتا ہوا اور بہتا ہوا ہوا کے طمانچوں کو سہتا ہوا
بلندی سے گرتا گراتا ہوا نشیبوں میں پھرتا پھراتا ہوا

وہ کھیتوں میں راہیں کترتا ہوا زمینوں کو شاداب کرتا ہوا
یہ تھالوں کی گودوں کو بھرتا ہوا وہ دھرتی پہ احسان دھرتا ہوا
چمکتا ہوا اور جھلکتا ہوا سنبھلتا ہوا اور چھلکتا ہوا
ہواؤں سے موجیں لڑاتا ہوا خیالوں کی فوجیں بڑھاتا ہوا

یونہی الغرض ہے یہ پانی رواں
بس اب دیکھ لیں شاعرِ نکتہ داں

ا۔ پڑھیے اور سمجھیے :

| | | |
|---|---|---|
| پہلو بہ ساحل | : | سمندر کے کنارے کے آس پاس کا حصہ |
| عالم رچانا : | : | حالات پیدا کرنا |
| کف | : | جھاگ |
| تموج | : | موجیں اٹھنا |
| سیمیں | : | سفید۔ روپہلا |
| نشیب | : | گہرائی |
| شاداب | : | سرسبز |
| الغرض | : | غرض کہ۔ مختصر یہ کہ |
| شاعرِ نکتہ داں | : | باریکیوں کو سمجھنے والا شاعر |

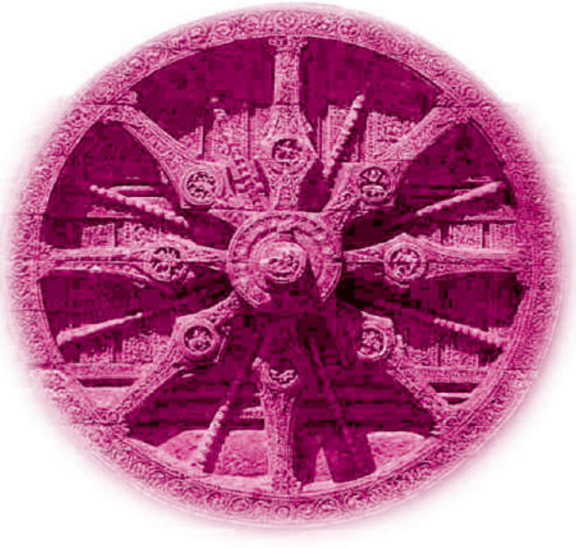

# مشق

۲۔سوچیے اور بتائیے:

(i) اس نظم میں دریا کا کن کن مقامات سے گزرنا دکھایا گیا ہے؟

(ii) یہ کیسے معلوم ہوتا ہے کہ دریا کی روانی کے سامنے سب برابر ہیں؟

(iii) دریا کھیتوں میں سے ہو کر گزرتا ہے تو زمینوں پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے؟

(iv) شاعر نے ہوا اور پانی کے ٹکرانے کو دو جگہ بیان کیا ہے۔ اس ٹکراؤ کا کیا اثر محسوس ہوتا ہے؟

(v) دریا کی روانی کے زور شور کو کن لفظوں سے بیان کیا گیا ہے؟

۳۔ نیچے دیے گیے الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے:

دامن۔ساحل۔چادر۔پیہم۔شاداب

# آدمی نامہ

HQN9FF

دنیا میں بادشہ ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
اور مفلس و گدا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
زر دار و بے نوا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
نعمت جو کھا رہا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے جو مانگتا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

بیٹھے ہیں آدمی ہی دکانیں لگا لگا
کہتا ہے کوئی لو، کوئی کہتا ہے لا رے لا
اور آدمی ہی پھرتے ہیں رکھ سر پہ خوانچا
کِس کِس طرح سے بیچے ہیں چیزیں بنا بنا
اور مول لے رہا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

یاں آدمی ہی لعل و جواہر ہے بے بہا
اور آدمی ہی خاک سے بد تر ہے ہو گیا
کالا بھی آدمی ہے کہ اُلٹا ہے جوں توا
گورا بھی آدمی ہے کہ ٹکڑا سا چاند کا
بد شکل و بد نُما ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

اک آدمی ہیں جن کے یہ کچھ زرق برق ہیں
روپے کے ان کے پاؤں ہیں سونے کے فرق ہیں
جھمکے تمام غرب سے لے تابہ شرق ہیں
کمخواب، تاش، شال، دوشالوں میں غرق ہیں
اور چیتھڑوں لگا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

اشراف اور کمینے سے لے شاہ تا وزیر
ہیں آدمی ہی صاحبِ عزّت بھی اور حقیر
یاں آدمی مرید ہیں اور آدمی ہی پیر
اچھا بھی آدمی ہی کہتا ہے اے نظیرؔ
اور سب میں جو بُرا ہے، سو ہے وہ بھی آدمی

ا۔ پڑھیے اور سمجھیے:

| | | |
|---|---|---|
| زردار | : | دولت مند، امیر |
| بےنوا | : | غریب |
| بے بہا | : | بیش قیمت، مہنگا |
| روپہلے | : | چاندی کے |
| فرق | : | ماتھا، پیشانی |
| غرب | : | مغرب |
| شرق | : | مشرق |

## مشق

۲۔ سوچیے اور بتائیے:

(i) نظم کے مختلف شعروں میں آدمی کی متضاد خصوصیتیں بیان کی گئی ہیں۔ تلاش کر کے متضاد لفظ لکھیے۔

(ii) پیٹ بھرنے کے لیے طرح طرح کے کام کرنے پڑتے ہیں۔ اس نظم سے ان کاموں کی فہرست بنائیں۔

# اردو اور اڑیا

اے اڈیشا اے دیارِ عظمتِ اڑیا زبان
تیرے طول وعرض میں اردو بھی ہے جلوہ فشاں

گرچہ آبادی ہماری ہے یہاں دو فیصدی
اردو ہی لیکن ہماری ہے زبانِ مادری

رشک کے قابل اقلیت ہماری ہے یہاں
ہے جدا تہذیب اپنی ہے جدا اپنی زبان

اردو کے دم سے درخشاں ہے ہماری قومیت
اس سے قائم ہے ہماری انفرادی حیثیت

ہند کی ساری زبانوں میں یہ ممتاز ہے
گونجتی فلموں میں بھی اردو ہی کی آواز ہے

اڑیا کے ماحول میں یہ پھولتی پھلتی رہی
شمع اردو آج کیا ہر دور میں جلتی رہی

دامنِ اڑیا بھی ہم نے ہاتھ سے چھوڑا نہیں
اس سے اپنا رشتۂ عِلمی کبھی توڑا نہیں

اس زباں سے ہے ہمارا خوب گہرا ارتباط
اس سے رہتا ہے لگاؤ اور ہر دم اختلاط

اردو اور اڑیا غرض دونوں کے ہم ہیں نغمہ خواں
دسترس دونوں پہ ہم کو دونوں ہیں اپنی زباں

اڑیا کے ماحول میں گرچہ ہوئی نشوونما
اے حلیمؔ اردو سے لیکن رابطہ اپنا رہا

۱۔ پڑھیے اور سمجھیے :

| | | |
|---|---|---|
| عظمت | : | بزرگی۔ بڑائی |
| رشک | : | غیرت۔ یہ آرزو کہ جو چیز دوسرے کو حاصل ہے مجھے بھی مل جائے۔ |
| اقلیت | : | تھوڑا ہونا۔ کسی ملک میں کوئی خاص گروہ جس کی تعداد دوسروں سے کم ہو۔ |
| درخشاں | : | چمکتا ہوا |
| شمع | : | موم بتی |
| ارتباط | : | میل ملاپ |
| اختلاط | : | میل جول |
| نغمہ خواں | : | گیت گانے والا |
| نشو ونما | : | پھولنا پھلنا، بالیدگی |
| رابطہ | : | لگاؤ۔ تعلق۔ میل جول |

## مشق

۲۔ سوچیے اور بتائیے:

(i) اڈیشا میں مسلمانوں کی آبادی کتنی فی صد ہے؟

(ii) اڈیشا کے مسلمانوں کی مادری زبان کیا ہے؟

(iii) ہماری قومیت کس کے دم سے روشن ہے؟

(iv) اڈیشا میں اردو کی نشو ونما کس زبان کے ماحول میں ہوئی ؟

(v) نظم کے اخیر میں شاعر کیا کہہ رہا ہے؟

۳۔خالی جگہوں کو مناسب الفاظ سے پر کیجیے:

گرچہ آبادی ہماری ہے یہاں دو .........
اردو ہی لیکن ہماری ہے زبانِ ..........

اردو کے دم سے .......... ہے ہماری قومیت
اس سے قائم ہے ہماری .......... حیثیت

اردو اور اڑیا غرض ........ کے ہم ہیں نغمہ خواں
دسترس دونوں پہ ہم کو ........ ہیں اپنی زباں

# آگ اور پانی

HR71IQ

آگ نے اک روز پانی سے کہا
دیکھ میری قوت و عظمت ذرا
کوئی شے آتی ہے مری زد میں جب
راکھ میں تبدیل ہو جاتی ہے تب
جو چمک پنہاں مری رنگت میں ہے
دیکھ کر اس کو شفق حیرت میں ہے
شعلۂ دل سے اٹھیں چنگاریاں
کتنا دلکش لگ رہا ہے یہ سماں
کیوں نہ افزوں ہو بھلا تجھ سے وقار
سرفرازی جب کہ ہے میرا شعار
مجھ سے ملتی ہے حرارت خلق کو
سردیوں میں سیلِ راحت خلق کو
یاد رکھ، جلنا ہی میرا کام ہے
اس جہاں میں تجھ سے اعلیٰ نام ہے

سن کے پانی نے کہا بے ساختہ
غور سے تو سن مری باتیں ذرا
کیا نہیں ہے تجھ میں اتنا بھی شعور
کب گوارہ ہے خدا کو یہ غرور
دیکھ ہے یہ لطفِ ربِّ ذوالجلال
اس نے ہر شئے کو دیا ہے اک کمال
جلنے کی قوت تجھے کی ہے عطا
بہنے کی طاقت مجھے کی ہے عطا
تو جلا کر سب کو کرتی ہے اداس
مجھ ساپیاسوں کی بجھا سکتی ہے پیاس؟
چال میں میری عجب اک شان ہے
بادِ صرصر دیکھ کر حیران ہے
کھیتیاں سیراب مجھ سے ہیں یہاں
ندیاں پُر آب مجھ سے ہیں یہاں
میں نہیں کرتا کسی کا دل فگار
مجھ پہ ہر مخلوق ہوتی ہے نثار
تجھ پہ جب پڑ جائیں یہ قطراتِ آب
اصلیت ہوجائے تیری بے نقاب
تیری رفعت میں ہے اک پستی نہاں
تجھ میں میری شان و شوکت ہے کہاں؟

۱۔ پڑھیے اور سمجھیے:

| | | | |
|---|---|---|---|
| عظمت | بزرگی | | |
| حرارت | گرمی | | |
| پنہاں | چھپا ہوا | | |
| راحت | آرام | | |
| شفق | مغربی اور مشرقی کنارے کی سرخی | | |
| حیرت | اچنبھا/ تعجب | | |
| خلق | دنیا کے لوگ / مخلوق | | |
| شعلہ | بھڑکتی ہوئی آگ | | |
| اعلیٰ | سب سے برتر/اونچا | | |
| دلکش | دل کو اچھی لگنی والی | | |
| بے ساختہ | خود بخود / برجستہ | | |
| سماں | منظر | شعور | سمجھ |
| افزوں | بڑھوتری | لطف | مزہ |
| وقار | عزت | | |
| کمال | گن/لیاقت | | |
| سرفرازی | سر اونچا ہونا | | |
| حیران | پریشان | | |
| آب | پانی | بے نقاب | ظاہر ہونا |
| رفعت | بلندی | صرصر | آندھی، جھکڑ |

# مشق

۱۔سوچیے اور بتائیے:

(i) آگ نے پانی سے کیا کہا؟

(ii) شفق حیرت میں کیوں ہے؟

(iii) کس سے خلق کو حرارت ملتی ہے؟

(iv) پانی نے آگ کی بات سن کر کیا کہا؟

(v) کس نے ہر شے کو کمال دیا ہے اور وہ کیا کیا ہیں؟

(vi) پانی کے فائدے کیا کیا ہیں؟ بتائیے۔

(vii) پانی کے قطرات سے کس کی اصلیت بے نقاب ہوتی ہے؟

۲۔واحد بتائیے:

چنگاریاں:________ اشعار :________

کھیتیاں :________ قطرات:________

۳۔ نیچے مثال کے طور پر ایک لفظ دیا جاتا ہے اور ایسے ہی تین لفظ بتائیے جس کے شروع میں ''بے'' استعمال ہوا ہے جیسے ''بے نقاب''۔

# پھول کی فریاد

کیا خطا میری تھی ظالم تو نے کیوں توڑا مجھے
کیوں نہ میری عمر تک شاخ پر چھوڑا مجھے

جانتا گر اس ہنسی کے درد ناک انجام کو
میں ہوا کے گد گدانے سے نہ ہنستا نام کو

شاخ نے آغوش میں کس لطف سے پالا مجھے
تو نے ملنے کے لیے بستر پہ ہے ڈالا مجھے

میری خوش بو سے بسائے گا بچھونا رات بھر
صبح ہوگی تو مجھے تو پھینک دے گا خاک پر

پتیاں اڑتی پھریں گی منتشر ہو جائیں گی
رفتہ رفتہ خاک میں مل جائیں گی کھو جائیں گی

تو نے میری جان لی دم بھر کی زینت کے لیے
کی جفا مجھ پر فقط تھوڑی سی فرصت کے لیے

جس کی رونق تھا میں بے رونق وہ ڈالی ہو گئی
حیف ہے بچے سے ماں کی گود خالی ہو گئی

تتلیاں بے چین ہوں گی جب نہ مجھ کو پائیں گی
غم سے بھونرے روئیں گے اور بلبلیں چلائیں گی

دودھ شبنم نے پلایا تھا ملا وہ خاک میں
کیا خبر تھی یہ کہ ہے بے رحم گل چیں تاک میں

مہر کہتا ہے مری کرنوں کی سب محنت گئی
ماہ کو غم ہے کہ میری دی ہوئی رنگت گئی

دیدۂ حیراں ہے کیاری باغباں کے دل پہ داغ
شاخ کہتی ہے کہ ہے ہے گل ہوا میرا چراغ

میں بھی فانی تو بھی فانی سب ہیں فانی دہر میں
اک قیامت ہے مگر مرگِ جوانی دہر میں

شوقؔ کیا کہتے ہیں سن لے تو سمجھ لے مان لے
دل کسی کا توڑنا اچھا نہیں تو جان لے

☆☆☆

ا۔ پڑھیے اور سمجھیے:

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| خطا | : | قصور | رفتہ رفتہ | : | آہستہ آہستہ |
| زینت | : | خوبصورتی | جفا | : | ظلم |
| فرحت | : | خوشی | بےآب | : | پانی کے بغیر |
| گل چیں | : | پھول توڑنے والا۔ مالی | حیف | : | افسوس |
| مہر | : | سورج | ماہ | : | چاند |
| فانی | : | فنا ہونے والا | مرگ | : | موت |
| دہر | : | دنیا، زمانہ | | | |

# مشق

۲۔سوچیے اور بتایئے

(i) پھول کس بات کی فریاد کررہا ہے؟

(ii) پھول کو انسان کس کس طرح سے استعمال میں لاتا ہے؟

(iii) چمن سے جدا ہونے کے بعد پھول کا انجام کیا ہوتا ہے؟

(iv) چمن میں پھول کی جدائی کا رنج کس کس کو ہوتا ہے؟

(v) پھول کی دردبھری فریاد سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟

۳۔بتایئے:

''جانتا گر اس ہنسی کے دردناک انجام کو''

اس مصرع میں ''ہنسی'' سے مراد کیا ہے؟

۳۔نیچے دیے گیے الفاظ کی جنس بتایئے:

خطا۔دل۔گل۔خاک۔گود

جن الفاظ کے اخیر میں ''ت'' ہو وہ اکثر مونث ہوتے ہیں۔جیسے ''زینت''۔اس قسم کے دوسرے الفاظ اس نظم سے لکھیے جن کے اخیر میں ''ت'' ہو اور وہ مونث ہوں۔مگر کچھ ایسے الفاظ ہیں جو اس قاعدے سے الگ ہیں۔جیسے شربت، پربت وغیرہ۔

۴۔نیچے دیے گیے اشعار میں جو خالی جگہیں ہیں صحیح لفظوں سے پر کیجیے۔

میں بھی ........تو بھی فانی سب ہیں فانی ...... میں

اک ....... ہے مگر ....... جوانی دہر میں

ہدایت: استاد اس نظم کو زبانی یاد کرائیں۔

# پارلاکھمنڈی کالج

HRPSM1

پہاڑی کا حسیں، پُر کیف، دل کش، دل نشیں منظر
نظر کو موڑ دیتا ہے سوئے نظّارہ یہ اکثر

یہاں فطرت کی دیوی، ہر گھڑی زلفیں سجاتی ہے
تخیل کی گزرگاہوں پہ یہ آنکھیں بچھاتی ہے

پہاڑی پر سے ایسے ابر کا ٹکڑا سرکتا ہے
عروسِ نو کے سر سے جس طرح آنچل ڈھلکتا ہے

کبھی جب تیرتی ہے شام کی دھندلی سی پرچھائیں
تو سورج اوڑھ لیتا ہے افق پر چادرِ زرّیں

کبھی ظلمت کدے سے جب سمٹتے ہیں سیہ دھبّے
تو جل پریاں سناتی ہیں خوشی کے دل نشیں نغمے

کبھی جب چودھویں کا چاند سر پر جگمگاتا ہے
تو اس کا دودھیا آنچل فضا میں پھیل جاتا ہے

صبا کی گود میں پھولوں کی رانی مسکراتی ہے
تو کلیاں جھومتی ہیں، زندگانی مسکراتی ہے

یہاں وہ اپسرائیں خود اتر آئی ہیں امبر سے
کہ جن کو دستِ قدرت نے تراشا سنگِ مرمر سے

یہ کالج ہے کہ جس کا منظرِ سادہ بھی رنگیں ہے
یہاں کی صبح سیمیں ہے، یہاں کی شام زرّیں ہے

ا۔ پڑھیے اور سمجھیے :

| | | |
|---|---|---|
| کیف | : | خمار |
| پر کیف | : | نشہ آور |
| دل کش | : | دل کو کھینچنے والا، خوبصورت |
| عروسِ نو | : | نئی دلہن |
| دل نشیں | : | دل میں بیٹھنے والا |
| تخیل | : | تصور، خیال |
| سوئے نظارہ | : | نظاروں کی طرف |
| امبر | : | آسمان |
| افق | : | آسمان کا کنارہ |
| صبا | : | ٹھنڈی ہوا، پوربی ہوا، پروائی |
| اپسرائیں | : | آسمانی حوریں |
| زریں | : | سونے کی طرح |

# مشق

۲۔سوچیے اور بتائیے:

(i) شاعر نے اس نظم کے پہلے مصرعے میں پہاڑی کی تعریف میں کون کو سے الفاظ استعمال کیے ہیں؟

(ii) کس فطری منظر کو شاعر نئی دلہن کے سر سے آنچل کے ڈھلکنے کے برابر سمجھتا ہے؟

(iii) جب صبا کی گود میں پھولوں کی رانی مسکراتی ہے، تو اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؟

(iv) ''کبھی ظلمت کدے سے جب سمٹتے ہیں سیہ دھبے
تو جل پریاں سناتی ہیں خوشی کے دل نشیں نغمے''

ان دونوں سطروں کو نثری ترتیب میں اس طرح لکھا جائے گا:

جب کبھی ظلمت کدے سے سیہ دھبے سمٹتے ہیں تو جل پریاں خوشی کے دل نشیں نغمے سناتی ہیں۔

اسی طرح ذیل کے دونوں سطروں کو نثری ترتیب میں لکھیے:

پہاڑی پر سے ایسے ابر کا ٹکڑا سرکتا ہے
عروسِ نو کے سر سے جس طرح آنچل ڈھلکتا ہے

(v) ''منظرِ سادہ'' کے معنی ہیں سادہ منظر۔ اس طرح ''زیر'' لگا کر اس نظم میں جو اضافت کی ترکیبیں بنائی گئی ہیں، ان کی نشان دہی کیجیے اور ان کے معنی لکھیے۔

# ابو بن ادھم کا خواب

HRYNNN

ابو بن ادھم نے ایک شب یہ عجیب پر لُطف خواب دیکھا
یہ خواب ایسا تھا جس کا اس نے نہ عمر بھر پھر جواب دیکھا

یہ اس نے دیکھا کہ چاندنی اس کے گھر میں چھن چھن کے آ رہی ہے
بہار اپنے شباب کی جو نکھر نکھر کے دکھا رہی ہے

پھر اس فضائے حسیں سے آخر ہوا نمودار اک فرشتہ
لیے ہوئے تھا جو ہاتھ میں اپنے اک چمکتا ہوا صحیفہ

ورق وہ اس کے الٹ پلٹ کے کچھ اس میں تحریر کر رہا تھا
جگہ جو خالی ادھر ادھر تھی قلم سے رنگ اس میں بھر رہا تھا

ابو بن ادھم نے کر کے ہمت سوال اس سے کیا یہ کیا ہے؟
یہ آپ کیا لکھ رہے ہیں اس میں بتائیے کیا یہ ماجرا ہے؟

کہا فرشتے نے ''لکھ رہا ہوں میں اس صحیفے میں نام ان کے
خدا سے رکھتے ہیں جو محبت، جو اس میں پکے ہیں اپنی دھن کے''

ابو بن ادھم نے پھر یہ پوچھا کہ'' میرا نام اس میں بھی کہیں ہے؟''
فرشتہ افسوس سے یہ بولا '' کہیں نہیں ہے کہیں نہیں ہے !''

جوابِ خاطر شکن یہ سن کے ابو بن ادھم نے پھر کہا یہ
میں کر نہیں سکتا اس کا دعویٰ کہاں بھلا میرا حوصلہ یہ ؟

مگر یہ ہے التماس میری ''وہاں تو لکھ لیجیے نام میرا
خدا نہیں تو خدا کے بندوں سے پیار رکھنا ہے کام میرا''

یہ بات درج کتاب کرکے فرشتہ غائب ہوا یکا یک
پھر اس کے سپنے میں دوسری شب ہوا وہ جلوہ نما یکا یک

بنا کے لایا تھا ساتھ اب کی خدا کے پیاروں کی ایک فہرست
حروفِ زرّیں سے جگمگاتا تھا جانفزا اک پیام اس میں
کہ سب سے پہلے لکھا ہوا تھا ابوبن ادھم کا نام اس میں

۱۔ پڑھیے اور سمجھیے

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| پرلطف | : | لطف سے بھرا ہوا | شباب | : | جوانی |
| نمودار | : | ظاہر | صحیفہ | : | کتاب |
| خاطرشکن | : | دل توڑنے والا | التماس | : | گزارش |
| یکا یک | : | اچانک | فہرس | : | فہرست |
| جاں فزا | : | دل کو سکون پہنچانے والا | | | |

## مشق

۱۔ ابو بن ادھم نے کیا خواب دیکھا؟
۲۔ ابو بن ادھم نے فرشتے سے کیا سوال کیا؟
۳۔ فرشتے نے ابو بن ادھم کے سوال کا کیا جواب دیا؟
۴۔ فرشتہ صحیفوں میں کن لوگوں کا نام لکھ رہا تھا؟
۵۔ ابو بن ادھم نے فرشتے سے کیا التجا کی؟
۶۔ اگلی رات فرشتہ ابو بن ادھم کے لئے کیا پیام لایا؟
۷۔ جملے بنائیے: پرلطف ۔ نمودار ۔ صحیفہ ۔ خاطرشکن ۔ التماس ۔ حوصلہ

☆☆☆

# حصّہ نثر

# جوکر

HS8JQB

ایک طرف مندر اور دوسری جانب مسجد اور بیچ میں پریشان پور کا ہاٹ ہے جو ہفتے میں دو بار لگتا ہے۔ یہاں ہر سال شیوراتری کا تہوار بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ اس رات قرب و جوار سے بڑی بڑی ناٹک پارٹیاں آتی ہیں اور ساری رات ناٹک ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس روز سارا گاؤں امڈ پڑتا ہے اور زبردست بھیڑ ہوتی ہے۔

مگر اس سال نہ جانے کیا ہوا کہ شیوراتری نہیں منائی گئی۔ شیوراتری میں صرف دیے جلائے گئے، پوجا اور آرادھنا ہوئی اور بس۔ ناٹکوں کی وجہ سے جو ہجوم ہوتا ہے وہ نہیں ہوا۔ جو لوگ اُس دن کا بڑی بے چینی سے انتظار کرتے تھے ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

دوسرے سال مسلمانوں نے پریشان پوُر کے ہاٹ میں ایک سرکس بلایا۔ سلطان سرکس والوں نے ہاٹ کے میدان میں خیمہ نصب کیا۔ سرکس کے بینڈ کی آواز اور روشنی کی چمک دمک قرب و جوار کے گاؤں والوں کو پریشان پوُر کے ہاٹ کی طرف کھینچ لائی۔ پھر شیو راتری کا سا میلہ لگا۔ پریشان پوُر کا ہاٹ ہفتے میں دوبار کے بجائے روزانہ سات دن تک جمنے لگا۔ لوگ جوق در جوق سرکس دیکھنے کے لیے آتے رہے۔ بازار میں روزانہ خوب خرید وفروخت ہوتی رہی۔ سرکس کے کھیل اتنے دلچسپ تھے کہ چاروں طرف اس کی شہرت پھیل گئی۔ سرکس کے جانے کے بعد بھی ہر ایک کی زبان پر بڑی ناک والا جوکر، ناچنے والا بندر اور سگریٹ پینے والے بھالو کا چرچا رہا۔ اور پھر بات آئی گئی ہوگئی۔ زندگی اپنے پرانے معمول پر آ گئی۔ لوگ ہمیشہ کی طرح پریشان پوُر کے ہاٹ آتے اور خرید و فروخت کر کے چلے جاتے۔ سلطان سرکس کے جوکر، بندر اور بھالو کی باتیں لوگ بھولتے گئے۔ کسی کی زبان پر اب ان کا ذکر نہ رہا۔

ایک روز اچانک برگد کے نیچے ایک پاگل نظر آیا، جسے دیکھ کر لوگوں کو بھولے بسرے سلطان سرکس کے کھیل اور اس کے کھلاڑیوں کے کرتب یاد آنے لگے۔ ہاٹ کے دن لوگوں نے دیکھا کہ وہ پاگل پیسہ مانگتا ہے اور پیسہ نہ دینے پر اسی طرح منہ بناتا ہے جس طرح سلطان سرکس کا بندر تار کے جال میں پھنس کر منہ بناتا تھا۔ چند لوگوں نے پہچان لیا کہ یہ وہی جوکر ہے جو تیس فٹ کی بلندی سے بندر کی جست لگانے پر ایک ہاتھ لمبی جیسی اپنی ناک کے ذریعہ بندر کو روک لیا کرتا تھا۔ سرکس کا یہ کرتب کافی دلچسپ تھا۔ بندر کی جست لگاتے وقت جوکر عجیب انداز سے اپنی ناک کا مظاہرہ کرتا تھا جس سے ہنستے ہنستے لوگوں کے پیٹ میں بل پڑ جاتے تھے اور گیلری سے اس پر پیسے برسنے لگتے تھے۔ آج وہی جوکر پاگل ہوگیا تھا اور پریشان پوُر کے ہاٹ کے لوگوں سے پیسے مانگ رہا تھا۔ لوگ اسے پیسے نہ دیتے تو وہ بندر کی طرح منہ بناتا تھا۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ سرکس کا جوکر پاگل کیسے ہوگیا؟

پریشان پور کے ہاٹ میں اس سے متعلق طرح طرح کی افواہیں پھیلنے لگیں۔ایک افواہ یہ تھی کہ پریشان پور کے بعد سلطان سرکس ایک دوسرے شہر میں کھیل دکھا رہا تھا۔ایک رات بندر نے تیس فٹ کی بلندی سے نیچے چھلانگ لگائی۔اسے جوکر کی تین فٹ والی ناک پر لٹکنا تھا۔تماشائیوں کو ہنسانے کے لیے اور کرتب کو دلچسپ بنانے کے لیے جوکر نے اپنی ناک دوسری طرف موڑ دی اور بے چارا بندر اس کی ناک پر لٹکنے کے بجائے نیچے آگرا اور اسی وقت مر گیا۔رنگ ماسٹر کی سیٹی پر کھیل بند ہو گیا۔اس کے بعد سرکس کے منیجر نے جوکر کو ملازمت سے برطرف کر دیا۔لکن حقیقت یہ ہے کہ جوکر بندر کی موت کے بعد خود ہی سرکس سے الگ ہو گیا، کیوں کہ بندر سے اسے بے حد محبت تھی اور وہ اسی صدمے سے پاگل ہو گیا۔

یہ افواہ سن کر چند افراد نے بندر کی موت پر اظہار افسوس کیا۔اور بعض نے جوکر کے پاگل ہو جانے پر بھی افسوس ظاہر کیا۔یہی وجہ تھی کہ جب پاگل جوکر سرکسی انداز میں پیسہ مانگتا تھا، تو لوگ دس بیس پیسے دے دیتے تھے۔

پریشان پور کے لوگوں کا خیال تھا کہ جس طرح سلطان سرکس ایک ہفتہ کھیل دکھانے کے بعد چلا گیا تھا اسی طرح یہ پاگل جوکر بھی چند روز اسی برگد کے نیچے بھیک مانگ کر چلا جائے گا۔لیکن ایسا نہیں ہوا۔کوئی اسے وہاں سے چلے جانے کو کہتا تو وہ بندر کی طرح منہ بنانے لگتا۔اس کے اس طرح منہ بنانے پر بچے اس پر پتھر پھینکنے لگتے اور وہ خاموشی کے ساتھ منہ چھپائے بیٹھ جاتا۔

جس طرح سرکس میں جوکر کا حد سے زیادہ ظریفانہ کرتب لوگوں کو بھلا معلوم نہیں ہوتا تھا، اسی طرح ایک شخص کا ایک ہی جگہ زیادہ دنوں تک بھیک مانگنا بھی لوگوں کو برا لگنے لگا۔یہی بات پاگل جوکر کے ساتھ بھی ہوئی۔چند دنوں بعد جوکر کو بھیک ملنی بند ہو گئی۔وہ منہ بنا بنا کر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتا رہا، لیکن کوئی ایک پیسہ نہ دیا، بلکہ پولیس والوں نے تنبیہ کی کہ وہ یہاں سے چلا جائے اور اگر اس نے کوئی بے جا حرکت کی تو گولی مار دی جائے گی۔

اب اس برگد کے درخت کے نیچے کوئی نہیں جاتا تھا کیوں کہ پیسے نہ دینے پر جوکر بندر کی طرح منہ بناتا تھا۔اس راستے سے لوگوں کی آمدورفت کم ہوگئی۔اسی طرح کئی روز گذر گئے۔

ایک دن معلوم ہوا کہ جوکر برگد کے نیچے بے جان پڑا ہے۔اس کا جسم بے حس وحرکت ہے۔کچھ لوگوں نے قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے منہ میں مکھیاں بھری ہوئی ہیں۔بچے اس پر پتھراؤ بھی کرنے لگے لیکن وہ اسی طرح پڑا رہا۔دراصل وہ بھوک سے نڈھال ہوکر مر گیا تھا۔

پریشان پور کے بازار میں اس پاگل جوکر کے آنے کی خبر جس طرح چاروں طرف پھیل گئی تھی،اسی طرح اس کی موت کی خبر بھی جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔یہ خبر سنتے ہی گاؤں کے سبھی لوگ یہ تماشہ دیکھنے آپہنچے۔ہندوؤں کی طرف سے تلک دھاری پنڈت اور مسلمانوں کی طرف سے ملاّ اور مولوی بھی آ گئے۔

پاگل جوکر کی لاش شمشان میں جلائی جائے یا قبرستان میں دفن کی جائے؟ اس بات پر مولویوں اور پنڈتوں میں بحث چھڑ گئی اور پھر یہ بحث جھگڑے کی صورت اختیار کرنے لگی۔ مسلمانوں نے کہا کہ سلطان سرکس کا مالک مسلمان تھا،جوکر بھی مسلمانو ہوگا؛ اس لیے ہم اسے دفن کریں گے۔ ہندوؤں نے کہا کہ سرکس کے مالک کے مسلمان ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے سارے کھلاڑی بھی مسلمان ہوں۔ اگر ایسا ہے تو کیا اس کے بندر اور بھالو بھی مسلمان تھے؟ مسلمانوں نے کہا کہ بھیک مانگتے وقت وہ اردو بولتا تھا۔ ہندوؤں نے کہا کہ کیا اردو مسلمانوں کی زبان ہے؟ ہم بھی اردو بولتے ہیں۔دراصل جوکر کوئی زبانیں آتی تھیں۔وہ ہندو تھا کیوں کہ اس کے داڑھی نہیں تھی اور سر پر ٹوپی بھی نہیں تھی۔

ہندوؤں نے پنڈتوں اور پروہتوں کا ساتھ دیا اور مسلمانوں نے مولیوں اور ملاّؤں کا۔ بات بڑھ گئی۔ پریشان پور کے ہندوؤں اور مسلمانوں کا برسوں پرانا اتحاد،میل جول اور بھائی چارہ ایک پل میں درہم برہم ہوگیا۔صرف اس ایک چھوٹے سے سوال پر کہ جوکر کی لاش کو دفنایا جائے یا جلایا جائے؟

آخر کار دونوں فرقوں کے درمیان تصادم شروع ہو گیا۔ گالی گلوج ہونے لگی اور چیخ پکار کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ جھگڑا جب کافی بڑھ گیا تو برگد کے نیچے پڑے ہوئے جوکر نے آنکھ کھول دیں اور اٹھ بیٹھا۔ اس نے اپنے پرانے سرکسی انداز میں کہا:

''بھائیو! مجھے کھانا دو، میں بھوکا ہوں۔''

یہ دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے۔ پروہت، پنڈت، ملّا اور مولوی منہ لٹکائے اور سر جھکائے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اور بھیڑ یہ شور مچاتی بھاگی.... ''جوکر زندہ ہے بھاگ چلو!'' جوکر کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ مسلمان تھا یا ہندو؟ اس کا ثبوت دیئے بغیر برگد کے اوپر چڑھ گیا اور اس طرح منہ بنا کر بیٹھ گیا جیسے وہ نہ ہندو ہو، نہ مسلمان، صرف بندر ہو!

☆☆☆

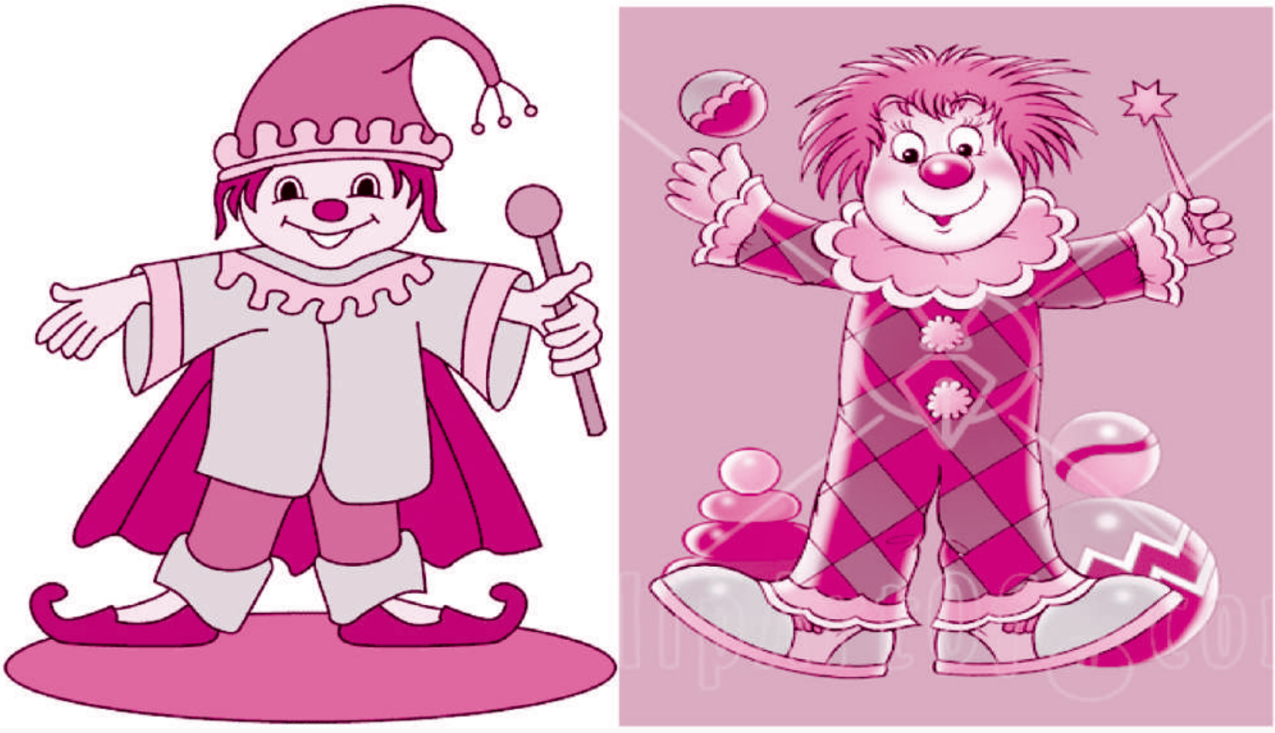

۱۔ پڑھیئے اور سمجھیے

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| جانب | : | طرف | قرب وجوار | : | آس پاس |
| نصب | : | کھڑا کرنا، لگانا | جوق درجوق | : | گروہ کے گروہ |
| معمول | : | رواج، دستور | جست | : | چھلانگ |
| اتحاد | : | ملاپ۔دوستی | | | |

## مشق

۲۔سوچیے اور بتائیے:

(i) ہر سال کس جگہ شیوراتری کا تہوار منایا جاتا تھا؟

(ii) پریشان پور ہاٹ کو کس نے ایک سرکس والے کو بلایا؟

(iii) سرکس کے جانے کے بعد لوگوں کی زبان پر کس کس کا چرچا رہا؟

(iv) جوکر کی ناک کس طرح کی تھی؟

(v) جوکر کیوں پریشان پور کے ہاٹ کو آیے ہوئے لوگوں سے پیسے مانگ رہا تھا؟

(vi) جوکر کس لیے سرکس سے الگ ہو گیا؟

(vii) برگد کے درخت کے نیچے لوگوں کا جانا کیوں بند ہو گیا؟

(viii) پریشان پور بازار میں کیا خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی؟

(ix) مولویوں اور پنڈتوں کے درمیان کس بات پر بحث چھڑ گئی؟

(x) بھیڑ کیوں شور مچاتی ہوئی بھاگ گئی؟

۳۔ پڑھیے اور سمجھیے:

پہاڑ اور علاقہ اسم ہیں اور ان سے بنائے جانے والے الفاظ پہاڑی اور علاقائی صفت ہیں۔ نیچے دیے گیے الفاظ سے اسم صفت بنائیے:

میدان : ____________

بازار : ____________

سلطان : ____________

خیال : ____________

جنگل : ____________

۴۔ خالی جگہوں کو پر کیجیے:

ایک روز.......... برگد کے نیچے ایک.......نظر آیا، جسے دیکھ کر لوگوں کو بھولے بسرے.........سرکس کے کھیل اور اس کے کھلاڑیوں کے......... یاد آنے لگے۔ ہاٹ کے دن لوگوں نے دیکھا کہ وہ پاگل ..........مانگتا ہے اور پیسہ نہ دینے پر اسی طرح منہ بناتا ہے جس طرح سلطان سرکس کا.......تار کے جال میں پھنس کر...........بناتا تھا۔

# چوڑی والا

پھاگن کا آخری حصّہ تھا۔ چلچلاتی دھوپ میں دوپہر کے وقت ایک بوڑھا گاؤں کی طرف جا رہا تھا۔ ساٹھ برس کی عمر۔ منہ میں ایک بھی دانت نہیں ۔ سر کے بال تو خیر جسم کے روئیں تک سفید ہو چکے تھے۔ بوڑھا سر پر ٹوکری لیے پاؤں گھٹنوں تک دھول میں اٹے ہوئے ۔شرابور جسم سے پسینہ بہہ کر ٹانگوں میں آ رہا تھا۔

گاؤں کے آخر سرے پر ایک مکان ہے ۔ پختہ برآمدہ ۔ سات سینی والی چھپر، جوڑواں دروازہ ۔ بوڑھا اسی برآمدے پر بوجھ رکھ کر تھکا ہارا بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد ملازمہ اسی مکان سے نکلی ،وہ بوڑھے کو پہچانتی تھی۔اس نے سوال کیا:''چوڑی والے'' ....کیا چوڑی لائے ہو...؟

''.... ہاں ....''بوڑھے نے جواب دیا۔''بیٹا دو بوند پانی پلا دیتی ۔۔۔ بوڑھا آدمی ....دھوپ میں حلق سوکھ رہا ہے ....''ملازمہ پانی لانے چلی گئی۔

کچھ دیر بعد ملازمہ ایک لوٹا پانی لیے واپس آئی اور بوڑھے کے قریب رکھ دیا.... بوڑھا غٹ غٹ آدھا لوٹا پانی پی گیا۔اس کے بعد اس نے ایک لمبی سانس لیتے ہوئے کہا۔''بیٹا تیرا کلیان ہو...''

''خیر ہونے دو جو ہوتا ہے۔ پرتم چلو۔ بہورانی بلاتی ہیں۔کیسی چوڑیاں ہیں دیکھیں گی''....
بوڑھا ٹوکری لیے اٹھا۔صدر دروازے پار کرتے ہی اندرونی فرش پختہ، سامنے چوپاڑی۔ بائیں جانب اندرونی دروازہ۔اسی دروازے کے پاس دلہن گھونگھٹ نکالے کھڑی تھی۔ بوڑھا ٹوکری رکھ کر کھڑا ہو گیا.....دلہن نے نرم آواز میں ملازمہ سے کہا....''پوچھ کیسی چوڑیاں ہیں...؟'' منہ زور ملازمہ نے کہا....''توبہ.... بوڑھے آدمی سے بھی اتنی شرم۔خود آکر ٹوکری سے دیکھ لونا...'' دل لگتی بات تھی۔ دلہن آدھا گھونگھٹ ہٹا کر ہونٹوں پر ہلکی مسکراہٹ لیے خراماں خراماں آگے بڑھ کے ٹوکری کے پاس کھڑی ہوگئی۔ دلہن کا چہرہ نظر آ گیا۔ چہرہ کیا تھا بس گول سا ایک چاند۔چمپئی گورا رنگ، چار انگل چوڑے سرخ کناروں والی مور کنٹھی گہری نیلی ساڑھی پاؤں تک ڈھانک رکھی تھی۔اس کے اندر سے گول اور سڈول جسم سونے کی طرح دمکتا ہوا جھانک رہا تھا۔ بوڑھے کی نگاہیں سیر ہو گئیں۔اتنی خوبصورت اور ایسی موہنی دلہن اس نے آج تک نہ دیکھی تھی۔ بوڑھا پلک جھپکائے بغیر حواس باختہ نظروں سے دیکھتا ہی رہ گیا۔ بوڑھے کے جی میں آیا کچھ کہے، لیکن زبان جیسے گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔

کچھ دیر بعد زبان نے بوڑھے کا ساتھ دیا۔اس نے کہا:

''کیا لینا ہے ماں....لے لو''۔ ماں کہہ کر پکارتے ہوئے بوڑھے کا سینہ تن گیا۔

''آسمان تارا ہے....؟ دلہن نے کہا۔اُف! کتنی شیریں زبان! ایسی میٹھی بات کوئی نہیں کرتا۔ وہ آواز بار بار بوڑھے کے کانوں میں رس گھولنے لگی۔

''نہیں ماں...گل مولسری والی۔سفید بوندی والی۔عقربی زنجیر والی وغیرہ ہیں۔ان میں سے جو لینا ہو لے لو۔آسمان تارا تیار ہونے پر لا دوں گا...''

دیکھتے دیکھتے دلہن نے ایک گچھا چوڑیوں کا پسند کیا۔لیکن وہ پہنے یا نہیں یہ کون کہے۔

''لاؤ ماں..... ہاتھ ادھر لاؤ۔ میں پہنا دوں۔'' بوڑھے نے کہا....''ماں! تو مجھ سے شرماتی ہے، میں تیرا بیٹا ہوں..اور بیٹے سے ماں شرمایا نہیں کرتی.....''

ملازمہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور کہنے لگی.....''بہورانی نے بوڑھا بیٹا پایا...واہ ری قسمت!''

''چل دور ہو.....'' دلہن نے ہنس کر کہا....

دلہن نے ہاتھ پھیلا دیئے۔ کتنے چھوٹے اور خوبصورت ہاتھ۔ گول گول چمپا کلیوں کی طرح خوبصورت انگلیاں۔ نرم نرم گداز ہتھیلی، ان میں چوڑیاں کتنی بھلی لگتی ہیں۔ کیا یہ کسی انسان کا ہاتھ ہے۔ یا انھیں کسی خدائی کاریگر نے بنایا ہے۔ بوڑھا اپنے میلے کھردرے ہاتھوں سے ان ہاتھوں کو پکڑنے کی جرائت نہ کر پایا۔ پھر اس نے دھیرے سے بائیں ہاتھ سے پکڑ کر چوڑی پہنانے اٹھا۔ یہ ہاتھ کہیں چوڑیوں سے کٹ نہ جائیں۔ کہیں خون نہ نکل آئے۔ وہ ذرا جھجک گیا۔ پھر چوڑی اٹھا کر دھیرے دھیرے بڑی ہوشیاری کے ساتھ ماہرانہ انداز میں پہنایا۔ ان ہاتھوں کو پکڑتے ہوئے بوڑھے کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جیسے اسے تمام تر مسرتیں مل گئیں۔ اور ساری امیدیں پوری ہوگئیں۔ پھر ان ہاتھوں کو چھوڑ دینا پڑا۔ بوڑھا سوچنے لگا۔ کاش وہ ہر روز ان ہاتھوں میں چوڑیاں پہناتا۔

اسی وقت گھر کی مالکن وہاں آموجود ہوئیں۔ ساس کو دیکھتے ہی بہو گھونگھٹ نکال کر وہاں سے چل پڑی۔ ساس نے ملازمہ سے پوچھا...''کیوں ری... چوڑیاں خرید رہی تھیں۔''

''چوڑیوں کا کیا دام''۔ بوڑھے نے انکساری سے کہا۔

''پھر بھی کتنے دوں؟'' ساس نے پراصرار لہجے میں کہا...''کتنے دام...؟''

''ماں سے کیا دام لوں گا...''

''کیوں رے....ماں کیسی؟''

''یہ بچہ بہورانی کا بیٹا ہے'' ملازمہ ہنستے ہنستے بولی۔ ساس بھی ہنس دی۔

''اچھا اچھا اس بار تو دام لے جاؤ۔ دوسری بار دام نہ لینا۔ تم غریب آدمی ہو۔''

''نہیں نہیں چوڑیاں میں نے اپنی ماں کو دی ہیں۔ میں دام نہ لوں گا۔ ایک گچھا چوڑیوں سے میں غریب تو نہیں ہو جاؤں گا۔'' اتنا کہتے ہوئے چوڑی والا چلا گیا۔ بلانے پر بھی نہ سنا۔ خادمہ دوڑتی ہوئی پیچھے گئی۔ لیکن اس نے پلٹ کر نہ دیکھا۔

اس دن سے بوڑھا چوڑی والا ہر دوسرے تیسرے روز ضرور گاؤں آتا۔ چوڑیاں تو روزمرہ کے استعمال کی چیز نہیں کہ لوگ روز خریدیں ۔ وقت بے وقت پرب تہوار میں کوئی نئی چوڑیاں ڈھونڈتا ہے۔ بے چارہ بوڑھا دروازہ دروازہ گھومتا ہوا چلا جاتا۔ لیکن چوڑیاں بیچنا بوڑھے کا منشا نہ ہوتی۔ وہ آتا تھا تو محض اپنی اس ماں کو دیکھنے۔ جس دن آتا کسی سے کچھ کہے بغیر دروازے تک آتا۔ بوجھ اتارنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ صرف با آواز بلند پکارتا۔ ''نئی چوڑیاں لو گے''۔ اس کی آواز سنتے ہی دلہن جہاں بھی ہوتی جلدی سے دروازے کے پاس آ کر تھوڑی دیر کھڑی ہو جاتی۔ بوڑھا ایک پل دیکھتا اور دیکھتے ہی اس کا جی بھر جاتا۔ پوچھتا۔ ''ماں چوڑیاں لوگی...؟ بوڑھے کی خواہش ہوتی کاش وہ لینے کہہ دے تو وہ اپنی ماں کے چمپئی ہاتھوں میں چوڑیاں پہنا دے۔ لیکن دلہن انکار میں سر ہلا دیتی۔ بوڑھا واپس چلا جاتا۔

کبھی کبھی دلہن کے آنے میں دیر ہو جاتی تو ملازمہ شور مچاتی....

''بہورانی تمہارا بیٹا آیا ہے۔'' بوڑھا دو چار بار ''نئی چوڑیاں لو گے'' کی آواز لگاتے ہی اس کی ''ماں'' آ کر کھڑی ہو جاتی۔ بوڑھا جب جب آتا یہی بات دہرائی جاتی.... بوڑھا واپسی میں سوچتا ....''ماں کا جی آسمان تارا میں اٹکا ہوا ہے۔ کب ایک گچھا تیار کر کے لاؤں گا۔ آخر کار اس نے فیصلہ کیا کہ آئندہ ''رج شنکرانتی'' کے موقع پر ماں کے لیے ''آسمان تارا'' ایک گچھا لاؤں گا۔ وہ نئی چوڑیاں پہنے گی۔ مجھے ہاتھ دکھائے گی۔ میں چوڑیاں پہناؤں گا۔

یہ سوچتے ہی بوڑھے کا دل نشاط و انبساط سے بھر جاتا۔ بوڑھا ''رج شنکرانتی'' کا منتظر رہا۔ اس بار ''رج شنکرانتی'' اس کے لیے بڑی مسرتوں کا دن ہوگا۔ وہ آسمان تارالائے گا۔ اور ماں کس قدر خوش ہوگی۔

بیسا کھ آیا۔ ایک تو بوڑھا آدمی، اس پر ہر روز دھوپ میں دُور دُور تک چلنا اور پانی پینا یہ سب اس کے بوڑھے جسم پر برداشت نہ ہوسکا۔ بوڑھے کو بخار آیا۔ دیکھتے دیکھتے بخار نے شدت اختیار کی۔ ہاتھ پاؤں متورم ہو گئے۔ سبھوں نے کہا، اب بوڑھا جانبر نہ ہوسکے گا۔ لیکن بوڑھا ان باتوں سے بے نیاز ہر وقت سوچا کرتا تھا... ''کب سے وہ ماں کو دیکھنے نہیں جاسکا'' اور یہ سوچ کر وہ دل مسوس رہا تھا۔

پھر دیکھتے دیکھتے ''رج شنکرانتی'' اتنے قریب آ گیا۔ بوڑھا دو ماہ ہوئے ماں کو دیکھنے نہیں جا سکا تھا۔ چل سکتا تو کسی طرح بھی جا کر دیکھ آتا۔ لیکن ''رج شنکرانتی'' میں ایک گچھا ''آسمان تارا'' ضرور دینا ہوگا۔ بوڑھے نے بڑی تکلیف سے بیٹھ کر خود اپنے ہاتھوں چوڑیاں تیار کیں اور کسی کے ہاتھوں کی بنی چوڑیاں شاید ماں کو پسند نہ آئیں۔ ساٹھ برسوں کے تجربے میں اس نے جو بھی مہارت حاصل کی تھی وہ سب اس نے یہاں صرف کر دیے۔ بھلے ایک دن کا کام چار دن میں ہو لیکن ہو بہت شاندار۔ ''رج'' کو دو دن باقی تھے۔ کام ختم ہو گیا۔ جیسی نیت ویسا ہی پھل۔ ایسی ساخت کی چوڑیاں اس کے ہاتھوں سے کبھی نہ بن پائیں تھیں۔ چوڑیوں کو دیکھ کر اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ یہ چوڑیاں اس کی اسکے ہاتھوں میں خوب جچیں گی۔

رج شنکرانتی کا پہلا دن ''پہلی رج'' کہلاتا ہے۔ اس دن بہو بیٹیاں نئی چوڑیاں، نئے کپڑے پہنتی ہیں۔ رات بھر بوڑھے کو نیند نہ آئی۔ صبح اٹھتے ہی بوڑھے نے سوچا کہ وہ چل نہیں پا رہا ہے۔ کیا کرے گا۔ کوئی لے جائے گا تو ٹھیک ہوگا۔ بہت دن ہوئے ماں کو نہ دیکھا۔ سچ مچ کیا میں اس بیماری سے اچھا ہو پاؤں گا۔ جاؤں ایک بار دیکھ آؤں اور ماں کے ہاتھوں میں چوڑیاں پہنا آؤں۔

اس نے سوچا۔ ماں کے ہاتھ یاد آتے ہی بوڑھے کے جسم میں بھرپور طاقت عود کر آئی۔ جلدی جلدی دو چار لقمہ زہر مار کر کے چوڑیوں کو باندھ کر نکل پڑا۔ بڑی تکلیف سے قدم اٹھاتا ہوا چلتا رہا۔ پانچ کوس راستہ طے کرنے میں دن ڈھل گیا۔

بوڑھا جہاں رک کر آواز دیا کرتا تھا وہیں جا کھڑا ہوا۔ دل میں کتنی خوشی کتنے ارمان! بوڑھے نے آواز دی... 'ماں چوڑیاں لوگی نا؟'' پھر بھی کوئی نہ آیا۔ بوڑھا بے چین ہو گیا۔ وہ دوبار آواز دے چکا تھا۔ کوئی جواب ہی نہیں دیتا۔ ایک بار پکارنے پر اس کی ماں چوکھٹ پر آ کھڑی ہوتی تھی۔

پھر آواز دی۔

''ماں ... میں آیا ہوں .... تیرے لیے چوڑیاں لایا ہوں .....'' اس بار مالکن خود باہر نکل آئیں۔ ان کے پیچھے پیچھے وہی ملازمہ۔ مالکن کو دیکھ کر بوڑھے نے استفسار کیا۔

''میری ماں کہاں ہے؟'' میں اسکے لیے ''آسمان تارا'' لایا ہوں۔ رج میں پہنے گی...''

ملازمہ تو اتنی دیر میں شور مچا کر آسمان سر پر اٹھا لیتی۔ وہ بھی خاموش تھی۔

''نا.... اب چوڑیوں کی ضرورت نہیں'' مالکن نے اداس لہجے میں کہا۔

''نہیں نہیں ..... میں اپنی ماں کے لئے بڑے ارمان سے لایا ہوں۔'' بوڑھے نے لجاجت سے کہا۔

''نہیں .... چوڑی کوئی نہیں لے گا۔ جاؤ'' مالکن نے کہا۔

''ٹھیک ہے چوڑیاں نہ لو۔ پرمہربانی کر کے ذرا بلا دو۔ میں ذرا دیکھ لوں۔ کب سے نہیں دیکھا۔''

''ملاقات نہیں ہو سکے گی۔'' مالکن نے ترش رو ہو کر کہا۔ بوڑھے کے سر پر گویا بجلی گری۔

''ملاقات نہیں ہوسکے گی؟ میں اپنی ماں کو ایک نظر بھی نہ دیکھ پاؤں گا؟'' بوڑھے کی آنکھیں بھر آئیں۔

''صرف ایک بار دیکھوں گا۔اب شاید میں زندہ نہ رہوں گا۔'' اس نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

''جا....بہو کو بلا دے...'' مالکن نے نوکرانی سے کہا۔نوکرانی چلی گئی۔ کچھ دیر بعد بہو آکر دروازے کے پاس کھڑی ہوگئی۔ ہمیشہ وہ اسی جگہ کھڑی ہوتی تھی۔کھڑی ہوکر بوڑھے کی طرف دیکھ لیتی۔اس کے متبسم چہرے کو دیکھ کر بوڑھے کی خوشی کی انتہا نہ رہتی۔آج وہ آکر خاموش کھڑی ہوگئی۔ وہ چار انگلی چوڑے سرخ کناروں والی مور کنٹھی نہیں کہ وہ کمبھ کناروں والی دکنی پاٹ کی ساڑھی نہیں۔ دونوں پاؤں ننگے،جسم پر ایک سفید کپڑا،بوڑھا کانپ اٹھا۔اس کا سر چکرانے لگا۔اس نے آنکھ بند کر لیں۔

چند ثانیہ بعد اس نے آنکھیں کھولیں .....دلہن کا ہاتھ نظر آیا.... ہاتھ سپاٹ تھے۔ بوڑھا پھوٹ پھوٹ کر رو اٹھا اور کہنے لگا'' ماں.......نہ مر کر میں تجھے کیوں دیکھنے آیا..؟ کیا یہی دیکھنا تھا مجھے۔''

بوڑھا آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ بڑے چاؤ بڑے ارمان سے لائی ہوئی چوڑیوں کو اس نے انگوچھے سے کھول کر باہر پٹک دیئے۔چوڑیاں ٹوٹ گئیں۔اور وہ پلٹ کر چلا گیا۔
ساس اور خادمہ چیخ کر رو پڑیں۔

۱۔ پڑھیے اور سمجھیے:

| | | |
|---|---|---|
| شرابور جسم | : | پسینے سے ڈوبا ہوا جسم |
| خراماں خراماں چلنا | : | آہستہ آہستہ چلنا |
| حواس باختہ | : | گھبرایا ہوا |
| انکساری | : | عاجزی |
| روزمرہ | : | ہر روز۔ ہمیشہ |
| نشاط و انبساط | : | خوشی |
| جاں بر ہونا | : | مرتے مرتے بچ جانا |
| لجاجت | : | منت |

## مشق

۲۔ سوچیے اور بتائیے:

(i) چوڑی والے نے چوڑیوں کی قیمت لینے سے کیوں انکار کر دیا؟

(ii) ہر دوسرے تیسرے دن چوڑی والا دلہن کے گھر چوڑیاں لے کر کیوں آتا تھا؟

(iii) دلہن کو کون سی چوڑی پسند تھی؟ اور چوڑی والے نے کب لانے کا فیصلہ کیا؟

(iv) ساس نے کیوں منع کیا کہ ''اب چوڑیوں کی ضرورت نہیں''؟

(v) بوڑھے نے چوڑیوں کو کیوں توڑ دیا؟

۳۔ نیچے دیے گیے الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے:

نگاہ۔ مسرت۔ لجاجت۔ مہارت۔ خراماں خراماں۔ نشاط و انبساط۔ منتظر

# رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے پیار

HSRBTL

اللہ تعالیٰ نے پیارے رسول اللہ ﷺ کو رحمت اللعالمین کے لقب سے نواز کر پوری دنیا کے لیے باعث رحمت وشفقت بنا دیا۔ آپ ؐ کی ذاتِ بابرکت نے رحمت کا آفتاب بن کر اس عالم کے ذرے ذرے کو روشن اور چمکدار بنا دیا۔ صحرائے عرب سے رحمت و ہدایت کا ایک ایسا چشمہ جاری ہوا جس نے تمام عالم کو انسانیت، اخوت، صلہ رحمی سے سیراب کر دیا۔

آپ کی بعثت سے پہلے عرب میں بچوں سے جو سلوک کیا جاتا تھا بیان کرتے ہوئے انتہائی صدمہ ہوتا ہے۔ پہلے زمانے میں لڑکی کا وجود باپ کی عزت وغیرت پر داغ سمجھا جاتا تھا۔ اسے زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ یہ ایسا المناک واقعہ ہے کہ دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ لیکن پیارے رسول ؐ نے اس رواج کو ختم کر دیا اور لڑکیوں کو ظلم وستم سے نجات دلائی۔

حضرت زیدؓ جو ابھی بچے تھے اور حضور اکرم ﷺ کے غلام تھے، انہیں آپ ؐ نے آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا۔ یہاں تک کہ لوگ حضرت زیدؓ کو زید ابن محمد کہنے لگے تھے۔ جب آپ کے والد اور رشتہ دار حضور ؐ کے پاس آئے اور آپ سے عرض کیا کہ زید کو ہمارے ساتھ بھیج دیں تو حضور ؐ کی آنکھوں میں آنسو آگیے۔ آپ ؐ کو زید سے جدائی کا بہت غم تھا۔ آپ ؐ نے حضرت زیدؓ پر فیصلہ چھوڑ دیا کہ اگر وہ جانا چاہیں تو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ان کے رشتہ دار خوش تھے کہ اب زیدؓ ہمارے ساتھ واپس آجائیں گے۔ لیکن ان کی حیرت کی اس وقت انتہا نہ رہی جب زیدؓ نے ان کے ساتھ واپس جانے سے انکار کر دیا۔ آپ ؐ کی شفقت اور پیار نے ان کے پیروں میں بیڑی ڈال دی اور حضور ؐ کی غلامی کو باعث فخر سمجھا اور اسے والدین کی محبت پر ترجیح دی اور یوں کہا کہ ''جس کے باپ محمد ہوں وہ کتنا خوش نصیب ہے۔''

آپ کو جب بچے بازاروں یا گلی کوچوں میں دیکھتے تھے تو خوشی سے اچھلنے کودنے لگتے تھے اور بڑے شوق سے آپ سے ملاقات کرتے تھے۔ آپ کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ سب سے پہلے بچوں کو اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہتے۔ پھر انہیں باری باری گود میں لے کر پیار کرتے اور ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر ان کو خوب دعائیں دیتے۔ بچوں کے ساتھ چھوٹی بچیاں بھی آپؐ کے پیار میں برابر کی شریک تھیں۔ جب آپؐ مکہ شریف سے مدینہ منورہ تشریف لے گیے تو بہت سے چھوٹے چھوٹے بچے بھی آپ کو دیکھنے کے لیے جمع ہو گیے۔ لڑکیاں آپ کے آنے کی خوشی میں گیت گا رہی تھیں ''ہم کتنی خوش نصیب ہیں کہ ہم پر رحمت وشفقت پیار اور محبت کا مہتاب طلوع ہوا''

آپؐ نے ان بچیوں سے پوچھا:

''تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟'' ان بچیوں نے بہ یک آواز کہا ''ہاں''۔ آپ نے فرمایا ''میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں''۔

آپ کو بچوں کے آرام وسکون کا بھی بہت خیال رہتا تھا۔ آپؐ بچوں کی تکلیف کے خیال سے نماز مختصر کر دیتے تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ''حضورؐ فرماتے تھے کہ نماز شروع کرتا ہوں تو ارادہ ہوتا ہے کہ دیر سے ختم کروں مگر جب کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑتی ہے تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔''

آپ بچوں کو کبھی تکلیف میں مبتلا ہوتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اسی لیے آپ انہیں جسمانی سزا دینے کے سخت خلاف تھے۔ آپؐ نے کبھی کسی بچے پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ زندگی بھر کسی بچے کو مارا پیٹا نہیں۔ بچوں کی معمولی سی تکلیف پر آپ تڑپ جاتے اور اسے دور کرنے کی ہر ممکن کوشش فرماتے۔

بچے ملک وقوم کے بڑے قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں، اسی لیے آپؐ نے بچوں کی حفاظت اور ان کی بہترین تعلیم وتربیت کو ضروری قرار دیا۔ خصوصاً یتیموں کی دیکھ ریکھ کی طرف خاص توجہ فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ کے حکم کے مطابق بیت المال سے یتیموں کو وظائف دیے جاتے تھے اور ان کی ضرورتیں پوری کی جاتیں۔

ایک دفعہ مکہ شریف کے بازاروں میں ایک یتیم بچہ روتا ہوا جا رہا تھا۔ اس کے پاس اتنے کپڑے بھی نہ تھے کہ وہ اپنے جسم کو اچھی طرح ڈھانک سکے۔ اس کے پاؤں بھی زخمی تھے۔ اسے اس حال میں دیکھ کر آپؐ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ آپؐ اسے اپنے گھر لے گیے، کھانا کھلایا، کپڑے پہنایے اور اسے اپنے بچوں کی طرح رکھا۔ اس کے رشتہ داروں کو اطلاع دی اور ان کے پاس پہنچا دیا۔

حضور ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کبھی کوئی نیا پھل یا موسم کا میوہ آتا، تو آپ سب سے پہلے بچوں کو کھلاتے، پھر بعد میں اور لوگوں کو تقسیم فرماتے۔ آپ اکثر بچوں کو چومتے اور پیار کرتے تھے۔ اپنے نواسوں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سے آپ کو بے حد پیار تھا۔ آپ اکثر انہیں چومتے اور اپنے کندھوں پر اٹھایے ہوئے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا ''حسن میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔''

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپؐ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو پیار کر رہے تھے کہ ایک بدّو سردار قرم بن حابس آیے۔ انہوں نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا: ''آپ بچوں سے پیار کر رہے ہیں؟ میرے تو دس بچے ہیں لیکن میں تو ایک کا بھی منہ نہیں چومتا۔'' آپؐ نے فرمایا ''اگر اللہ تمہارے دل سے محبت چھین لے تو میں کیا کروں؟'' پھر فرمایا ''جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ کی طرف سے بھی رحم نہیں کیا جاتا۔''

جابر بن سمرہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؐ اپنے گھر کی طرف چلے۔ میں بھی ساتھ ہو لیا کہ ادھر سے چند اور لڑکے آ نکلے۔ آپ نے سب کو پیار کیا اور مجھے بھی پیار کیا۔ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک آں حضرت ﷺ کی خدمت میں رہا۔ آپؐ نے مجھے ''اُف'' تک نہ کہا، نہ پوچھا کہ ''یہ کام کیوں کیا؟'' اور ''یہ کہ یہ کام کیوں نہیں کیا''؟

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: ''ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا'' جسے اللہ تعالیٰ نے اولاد کی محبت میں ڈالے اور وہ ان کا حق ادا کرے تو وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔''

آپ کو نہ صرف مسلمان بچوں سے بے انتہا لگاؤ تھا بلکہ دوسرے مذاہب کے بچے بھی آپؐ کی اس محبت و شفقت سے محروم نہ تھے۔ ایک جنگ میں مشرکین کے چند بچے مارے گیے۔ حضور اکرم ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپؐ کو اس کا بہت صدمہ ہوا اور سخت ناراض ہوئے، صحابہؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! وہ بچے مسلمانوں کے تو نہیں تھے۔'' اس پر آپ نے فرمایا:

''خبردار! بچوں کو قتل مت کرو۔ ہر جان فطرت پر ہی پیدا ہوتی ہے۔'''' آپ نے یوں فرمایا کہ جو چھوٹوں پر رحم نہ کرتا ہو اور بڑوں کی تعظیم نہ کرتا ہو وہ ہم میں سے نہیں۔''

''جہاں آپؐ بچوں کے ساتھ اس قدر محبت کا برتاؤ فرماتے تھے، وہیں آپؐ اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ زیادہ پیار سے کہیں بچے بگڑ نہ جائیں۔ امام حسنؓ جب چھوٹے تھے تو ایک دن کھاتے وقت آپؐ نے ان سے فرمایا: ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ''۔ روایت میں ایک اور واقعہ بھی آتا ہے کہ ایک دفعہ بچپن مین حضرت حسنؓ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھالی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے منہ میں انگلی ڈال کر اسے نکال لیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ تمھارا کام خود محنت سے کما کے کھانا ہے نہ کہ دوسروں کے لیے بوجھ بننا۔ اور فرمایا کہ سادات کے لیے صدقہ کا مال کھانا مناسب نہیں۔

غرض کہ آپؐ بچوں سے بے حد پیار، محبت و الفت کے ساتھ ساتھ تربیت کا بھی بھرپور خیال رکھتے تھے۔

پیارے بچو! آپ نے دیکھا کہ پیارے نبی ﷺ نے تمام بچوں سے کس قدر پیار کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پیار میں بچے جو کچھ بھی کر گزریں انہیں چھوڑ دیا جایے بلکہ اچھی تربیت اور پاکیزہ نصیحتوں سے انہیں سماج کا انمول تراشا ہوا ہیرا بنانا چاہئے۔ ہر بچہ دنیا میں اسی وقت ترقی کرسکتا ہے جب وہ اپنے ماں باپ اور اپنے استادوں اور بزرگوں کی فرماں برداری کرتا رہے۔ نافرمان بچہ علم سے محروم اور سب کے پیار سے بھی محروم رہتا ہے۔

ا۔ پڑھیے اور سمجھیے

| | | |
|---|---|---|
| صحرائے عرب | : | عرب کا ریگستانی علاقہ |
| زندہ درگور کرنا | : | زندہ دفن کرنا |
| ترجیح | : | برتری، فوقیت |
| قیمتی سرمایہ | : | قیمتی پونجی |
| مشرکین | : | مشرک کی جمع ۔ وہ لوگ جو خدا کے ساتھ اور کو شریک کرتے ہیں۔ |

## مشق

۲۔سوچیے اور بتائیے:

ا۔عرب میں لڑکیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا تھا؟

۲۔حضرت زیدؓ نے اپنے والد کے ساتھ جانے سے کیوں انکار کر دیا؟

۳۔ مدینہ منورہ میں حضورؐ کو دیکھ کر لڑکیاں کیا گانے لگیں؟

۴۔مکہ کے بازار میں روتے ہوئے یتیم بچے سے حضور نے کیا برتاؤ کیا؟

۵۔حضرت حسنؓ کے منہ میں انگلی ڈال کر حضورؐ نے کھجور کیوں نکال لی؟

۳۔ذیل میں دیے گیے الفاظ کی جنس بتائیے:

لقب :

عادت:

اطلاع:

تربیت:

غلامی:

حق:

تعلیم:

☆☆☆

# ہندوستان کا پہلا خلا باز: راکیش شرما

HT17V9

راکیش شرما ہندوستان کے پہلے خلا باز ہیں۔ وہ ۱۳؍جنوری ۱۹۴۹ءکوصوبۂ پنجاب کے پٹیالہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے حیدرآباد میں تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۷۰ء میں انہوں نے ہندوستانی ائیرفورس میں نوکری شروع کی۔ خلائی سفر سے پہلے وہ بنگلور کے ایرکرافٹ اینڈ سسٹم ڈیزائن اِسٹبلشمنٹ میں ٹیسٹ پائیلٹ کے عہدے پر فائز تھے۔

بیسویں صدی میں ہندوستان نے سائنس میں بہت ترقی کی ہے۔ اس کی بدولت انسان خلا کے پوشیدہ رازوں کو جاننے کی کوشش کی ہے۔ سب سے پہلے روس اور امریکہ نے خلا میں اپنے متعدد مصنوعی سیارے (Satellite) چھوڑ کر دوسرے بہت سارے سیاروں کی خبر دنیا تک پہنچائی۔ اس سمت میں پہلی کامیابی تب ملی جب امریکہ کے نیل آرم سڑانگ نے ۲۰؍جولائی ۱۹۴۹ءکو چاند پر قدم رکھا۔ ان کے ساتھ الڈرین بھی تھے جو چاند کا چکر کاٹ رہے تھے اور آرم سٹرانگ کو واپس لانے میں مدد کی۔ اس کامیابی سے حوصلہ پاکر روس کے خلا باز بھی چاند پر پہنچ گیے۔ اس کے بعد مسلسل خلائی کھوج کا سلسلہ جاری رہا۔ آج خلا میں ان گنت مصنوعی سیارے اڑ رہے ہیں اور دنیا کو خلا کے بارے میں بے شمار خبریں دے رہے ہیں۔

سب سے پہلے ۱۹۵۹ء میں روس کے میجر یوری گیگرین سے خلائی سفر کا سلسلہ شروع ہوا۔ ۱۹۸۴ء میں روس کی مدد سے ہندوستان کے اسکواڈرن لیڈر راکیش شرما نے خلائی سفر کر کے ہندوستان کے نام کو ساری دنیا میں روشن کیا۔

انڈین ائیر فورس نے خلائی سفر کے لیئے دو خلا باز روشن ملہوترا اور راکیش شرما کو چنا تھا۔ ان دونوں خلا بازوں کو روس میں معقول ٹریننگ دے کر خلائی سفر کے لیے تیار کیا گیا۔ لیکن راکیش شرما ہی خلائی سفر کے لیے منتخب ہوئے۔

۳/اپریل ۱۹۸۴ء کو راکیش شرما اپنے ساتھی روسی کمانڈر یوری ملیشیو اور اڑان انجینیر گنادی شتر یکالو کے ساتھ بیکونور کے خلائی اسٹیشن پر پہنچے۔ اور وہاں کے ۵۰/میٹر اونچے ایک مینار کے پاس کھڑے ہو گئے۔ اس مینار کے اوپر روسی خلائی سواری سویوج ٹی 11 پہلے سے کھڑا ہوا تھا۔ لفٹ کے سہارے راکیش شرما اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا کر خلائی سواری کے اندر بیٹھ گئے۔ اس کے فوراً بعد سواری چل پڑنے کی وجہ سے الٹی گنتی شروع ہو گئی۔ صفر تک پہنچتے ہی مینار کے نچلے حصے میں ایک نارنگی رنگ کا شعلہ بھڑک اٹھا اور ایک تیز جھٹکے اور آواز کے ساتھ راکٹ خلائی سواری کو لے کر خلا میں اڑ گیا۔

ہندوستان کے پہلے خلا باز کا یہ نا قابل فراموش سفر ۳/اپریل ۱۹۸۴ء کو ہندوستانی وقت کے مطابق شام کے ٹھیک ۶/بج کر ۳۸/منٹ پر شروع ہوا۔ اور صرف ۱۰/منٹ کے بعد یہ خلائی سواری دنیا کے مدار میں داخل ہو گیا۔ اس وقت دنیا کے مدار میں سویوج ٹی۔۱۰ اور سویوج ٹی۔۷ نامی دو اور خلائی سواریاں چکر لگا رہی تھیں۔

سویوج ٹی۔۱۱ خلائی سواری لگ بھگ ۲۴ گھنٹوں کے بعد رات کے ۸ بج کر ۵ منٹ پر ان دونوں سواریوں سے جا ملی۔ ان سواریوں کا اتصال کمپیوٹر کے ذریعہ ہوا۔ سویوج ٹی۔۱۰ اور سویوج ٹی۔۷ کے تین روسی خلا بازوں نے راکیش شرما اور ان کے ساتھیوں کو پر جوش انداز میں خوش آمدید کہا۔ اور سویوج ٹی۔۷ میں ۶/خلا باز پہنچ کر تحقیق کے کام میں مصروف ہو گیئے۔

خلائی سواری کی تجربہ گاہ میں راکیش شرما اور ان کے ساتھی خلا بازوں نے مختلف قسم کی تحقیقات شروع کردیں۔ ہندوستان کی وزیر اعظم شری متی اندرا گاندھی نے بھی راکیش شرما سے بات چیت کی اور نہیں مبارکباد دی۔ پھر اندرا گاندھی نے پوچھا کہ وہاں سے ہندوستان کس طرح نظر آرہا ہے۔ راکیش شرما نے جواب میں اقبالؔ کا یہ مصرع سنایا: ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا''۔ راکیش شرما نے خلا میں یوگا بھی کیا اور ہندوستان کی بہت ساری تصوریں بھی لیں۔ خلا میں بے وزنی کے سبب انسانی جسم اور دماغ پر کیا اثرات پڑتے ہیں ان پر تحقیق کی۔ راکیش شرما نے ہندوستان کی مخفی فطری خزانوں سے متعلق نئی نئی معلومات فراہم کیں۔ پھر راکیش شرما اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سویوج ٹی۔۱۰ میں ۱۱/اپریل ۱۹۸۴ء کی شام کے ۴ بج کر ۱۹/منٹ پر خیریت سے اکلک نامی جگہ کو واپس آگیے۔

اپنے خلائی سفر کے دوران راکیش شرما نے ہندوستان کی بے شمار تصویریں بھی لیں۔ ان تصاویر کے ذریعے ہندوستان کی معدنی دولت کے بارے میں جانکاری حاصل ہوئی اور مستقبل میں ان معدنیات کو کس طرح نکالا جائے اور استعمال میں لایا جائے اس پر بھی غور کیا جایے گا۔ اس خلائی سفر کا ہندوستان کی اقتصادی ترقی پر بھی گہرا اثر پڑے گا۔ امید ہے کہ راکیش شرما کا یہ خلائی سفر مستقبل میں بھی ہندوستان کی ترقی کے لیے مددگار ثابت ہوگا۔

راکیش شرما کے اس خلائی سفر کو فراموش نہیں جاسکتا۔ ان کا یہ سفر کافی دلچسپ ہے۔ ان کی محنت، لیاقت اور کارکردگی کو دنیا ہمیشہ یاد رکھے گی۔

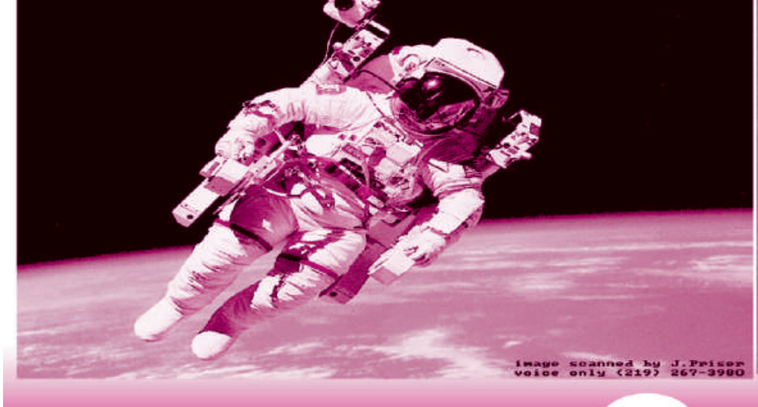

ا۔ پڑھیے اور سمجھیے:

خلا : زمین سے اوپر کا وہ خطہ جہاں زمین کی کشش ثقل کا اثر نہیں ہوتا (Space Vaccum)

خلا باز : خلا میں سفر کرنے والا

مصنوعی سیارہ : گردش کرنے والا بناوٹی سیارہ (Satellite)

منتخب : چنا ہوا

فراموش : بھولنا

تحقیق : اصلیت معلوم کرنا

مخفی : پوشیدہ

اقتصادی : مالی

معدنیت : دھات، وہ چیز جو کان سے نکلے

## مشق

۲۔ سوچیے اور بتایئے:

(i) راکیش شرما کون ہیں؟ وہ کب اور کہاں پیدا ہوئے؟

(ii) سب سے پہلے چاند کا سفر کس نے کیا اور کب کیا؟

(iii) یوری گیگرین کون تھے اور انہوں نے خلائی سفر کب کیا؟

(iv) ہندوستان کے کس سائنسدان نے سب سے پہلے خلائی سفر کیا؟

(v) خلائی سفر کے دوران راکیش شرما نے کس وزیر اعظم سے گفتگو کی تھی اور کیا کہا تھا؟

(vi) خلائی سفر میں راکیش شرما نے کن چیزوں کی تحقیقات کی تھی؟

۳۔ نیچے دیے گیے الفاظ کی جمع لکھیے :

تحقیق : ____________

تصویر : ____________

معلوم : ____________

سواری : ____________

خبر : ____________

تعلیم : ____________

۳۔ خالی جگہوں کو مناسب لفظوں سے پر کیجیے:

ہندوستان کے پہلے .........کا یہ نا قابل ........سفر ۳/اپریل ۱۹۸۴ء کو ..........وقت کے مطابق شام کے ٹھیک......ربج کر .......رمنٹ پر شروع ہوا۔ اور صرف ......رمنٹ کے بعد یہ خلائی سواری دنیا کے.......میں داخل ہو گیا۔ اس وقت دنیا کے مدار میں ...............اور..........نامی دو اور خلائی سواریاں چکر لگا رہی تھیں۔

# کمپیوٹر

یہ تصویر دیکھیے! بتایئے میں کون ہوں؟

میں ایک برقیاتی یا الکٹرونک مشین ہوں ۔ مجھے لوگ کمپیوٹر کہتے ہیں ۔ سائنس کی ایجادات میں سے مجھے ایک امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ میں نے پوری دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ بلکہ پوری دنیا سمٹ کر میرے اندر آ گئی ہے۔ آپ کی زندگی کے ہر شعبے میں آپ کی مدد کرتا ہوں، میں ایسا فرماں بردار خادم ہوں کہ مجھے جو معلومات اور ہدایت دی جاتی ہے اسے اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہوں ۔ پھر جب مجھ سے معلومات طلب کی جاتی ہے، ہدایت کے مطابق معلومات پیش کرتا ہوں ۔

میری ایجاد کی تاریخ بڑی پرانی ہے ۔ آج سے تقریباً ۳ رسوسال پہلے فرانس کے ایک شہر پیرس میں آمدنی کا حساب و کتاب دیکھنے والے ایک افسر تھے ۔ انہیں اس کام میں گھنٹوں لگ جاتا تھا ۔ ان کا بیٹا بلیسی پاسکل (Blasie Pascle) ریاضی میں بہت ذہین تھا ۔ اپنے باپ کی مدد کرتا تھا ۔ اس نے سوچا کہ ایک ایسی مشین تیار کی جائے جو اعداد کو جوڑنے میں کام آیے ۔ اپنی انتھک کوشش سے اس نے ایک ایسی مشین تیار کر لی جو حساب جوڑنے میں کام آنے لگی ۔

پھر زمانہ گزرتا گیا۔ سائنس دان میری شکلیں بدلتے رہے تاکہ مجھ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جا سکے۔ جرمنی کے ایک مشہور ریاضی داں لائب نیز (Leibnitz) نے ایک مشین تیار کر لی جو جمع، تفریق کے علاوہ ضرب اور تقسیم کرنے میں مدد کرنے لگی۔ اس کے بعد انگلستان کے ایک معروف ریاضی داں چارلس بیبج (Charles Babbage) جو لندن کی کیمبرج یونیورسٹی میں ریاضی کے پروفیسر تھے انہوں نے ریاضی کا سوال حل کرنے کے لیے ایک مشین بنائی۔ پھر ایک بہت بڑا حساب کرنے والا آلہ تیار کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کے لیے پرزے بنانے میں انہوں نے بڑی رقم بھی خرچ کی۔ اس کے باوجود ان کا یہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکا۔ اس لیے کہ اس زمانے میں چھوٹے پرزے دستیاب نہ ہو سکے۔ اس کے علاوہ اس مشین کو چلانے کے لیے بجلی کا استعمال بھی نہیں کیا جاتا تھا۔ ان کا منصوبہ سائنسی اصول پر قائم ہونے کے سبب انہیں کمپیوٹر کا موجد بلکہ بابائے کمپیوٹر (The Father of Computer) کہا جاتا ہے۔

اب میں بجلی کے ذریعے چلتا ہوں ۔اور سائنس دانوں نے میری مکمل شکل بنا دی ہے۔ اور مجھے کئی طرح سے پیش کیا جا رہا ہے۔ کہیں میں مین فریم کے طور پر کام کرتا ہوں، کہیں منی کمپیوٹر کے طور پر نظر آتا ہوں اور کہیں مائکرو کمپیوٹر کی حیثیت سے۔ اب میں لیپ ٹاپ (Laptop) کی شکل میں لوگوں کے بیگ میں ساتھ ساتھ رہتا ہوں۔

میں کہاں نظر نہیں آتا؟ چاہے کارخانہ ہو یا بینک، چاہے پوسٹ آفس ہو یا اسکول کالج ہو بلکہ ہر دفتر میں نظر آتا ہوں۔ میں تو طلبا کا بڑا ہی محبوب مشغلہ ہوں۔ مجھ سے ان کی تعلیم کو بڑا فروغ ملا ۔طلبا گھر بیٹھے بڑی بڑی کتابوں کا مطالعہ کر لیتے ہیں۔ جو معلومات چاہیں میرے ذریعے حاصل کر لیتے ہیں۔

میں وہ ہر کام کرسکتا ہوں جو ایک انسانی دماغ کرسکتا ہے۔ پھر بھی دونوں میں فرق ہے۔ کیونکہ میں بہت تیزی سے کام کرتا ہوں ۔تم نے مجھے چلانے کے لیے ماؤس دیکھا ہوگا۔ جب تم ماؤس چلاتے ہوتو میں کس قدر تیزی کے ساتھ اپنا رنگ بدلتا رہتا ہوں ۔مگرانسان کا دماغ اتنی تیزی سے وہ کام نہیں کر پاتا۔غرض کہ ہرمیدان میں مجھ سے فائدہ اٹھایا جارہا ہے۔میں موسم کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہوں۔ ہوا کس طرف سے چل رہی ہے،اس کی رفتار کس قدر ہے، بارش کہاں ہوگی، درجۂ حرارت کتنا ہے،ان باتوں کا علم بھی آپ کو بتانے میں کامیاب ہوں۔جس سے انسان خطرات سے محفوظ رہتا ہے۔

طب اور صحت کے میدان میں بھی میں تمہارے کام آتا ہوں ۔ میرے ذریعے پیچیدہ بیماریوں کا انکشاف ہو جاتا ہے ۔ بلکہ جسم کے اندرونی حالات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے ۔اس سے ڈاکٹروں کومرض کی تشخیص میں آسانی ہوجاتی ہے۔

یہاں تک کہ میزائیل اور خلائی راکٹ چھوڑتے وقت میری مدد لی جاتی ہے۔میرے بغیر خلائی سفر ممکن نہیں۔حد تو یہ ہے کہ ہوائی سفر اور ریل کے سفر کے لیے اگر اپنی جگہ پہلے سے محفوظ کرانا چاہیں تو میری مدد سے وہ کام گھر بیٹھ کر بھی کر سکتے ہیں۔

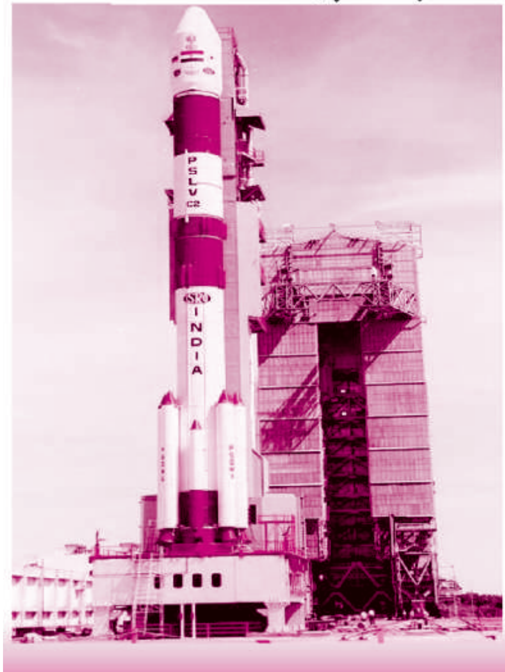

میں تمہارے لیے ایک بہت ہی دلچسپ سامان ہوں۔ آپ کمپیوٹر پر کھیل بھی کھیل سکتے ہیں۔ جب مجھ میں انٹرنیٹ کا آلہ نصب کر دیا جائے تو آپ گھر بیٹھے اسی انٹرنیٹ کے ذریعہ دنیا بھر کے جدید ترین معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ای۔میل (email) کے ذریعے دنیا میں ہر جگہ اپنا پیغام ارسال کر سکتے ہیں۔ ای۔میل کے بعد دنیا میں خطوط لکھنے کا رواج یکسر ختم ہوتا جا رہا ہے۔ مجھے کھول کر اپنا میل (mail) یعنی خط دیکھ سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ کے ذریعے فون کا آلہ لگا کر دنیا کے کسی بھی مقام سے بہت ہی کم خرچ میں گفتگو کر سکتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو ہم کلام ہوتے ہوئے دیکھ بھی سکتے ہیں۔

پیارے بچو! یاد رکھیے! میں خود اپنی کوئی ذہانت نہیں رکھتا۔ میری آئی کیو (I.Q) صفر ہوتی ہے۔ میرا الکٹرانک آلہ وہی کام انجام دے سکتا ہے جو اس کے استعمال کرنے والے نے پہلے سے ہدایت دی ہو۔ میں کام کی چیز ضرور ہوں۔ مگر مجھے اپنے فائدے کے لیے استعمال کیجیے جس سے آپ کی ترقی ہو سکے۔ اگر آپ نے مجھے صرف کھیل کا آلہ سمجھا تو آپ کا وقت برباد ہوگا اور آپ تعلیم کے میدان میں پیچھے رہ جائیں گے۔

ا۔ پڑھیے اور سمجھیے :

| | | |
|---|---|---|
| ایجاد | : | نئی چیز پیدا کرنا |
| ریاضی | : | علم حساب |
| آلہ | : | ہتھیار |
| موجد | : | ایجاد کرنے والا |
| طب | : | علاج معالجے کا علم |
| پیچیدہ | : | مشکل |
| انکشاف | : | کھولنا |
| ہم کلام ہونا | : | آپس میں گفتگو کرنا |

# مشق

۲۔سوچیے اور بتائیے:

(i) بلیسی پاسکال کون تھا اور اس نے کیسی مشین ایجاد کی تھی؟

(ii) ریاضی داں لائب نیز کہاں کا رہنے والا تھا؟

(iii) بابائے کمپیوٹر کسے کہا جاتا ہے اور کیوں؟

(iv) طلباء کمپیوٹر سے کس طرح فائدہ حاصل کرتے ہیں؟

(v) انسانی دماغ اور کمپیوٹر میں کیا فرق بتایا گیا ہے؟

(vi) کمپیوٹر سے بچوں کو کب نقصان پہنچتا ہے؟

(vii) گھر بیٹھے کمپیوٹر کے ذریعے کن کن چیزوں کی معلومات حاصل کر سکتے ہیں؟

۲۔خالی جگہوں کو پُر کیجیے:

................ نے میری مکمل شکل بنا دی ہے۔ اب میں .......... کے ذریعے چلتا ہوں اور مجھے کئی طرح سے پیش کیا جا رہا ہے۔ کہیں میں ............... کے طور پر کام کرتا ہوں، کہیں ......... کے طور پر نظر آتا ہوں اور کہیں ............ کی حیثیت سے۔ اب میں ............ کی شکل میں لوگوں کے بیگ میں ساتھ ساتھ رہتا ہوں۔

۳۔ جملے بنائیے:

ایجاد۔ معلومات۔ ہدایت۔ معروف۔ منصوبہ۔ فروغ۔ درجۂ حرارت۔ تشخیص

# کٹک

کٹک اڈیشا کا بہت قدیم شہر ہے۔ تیرہویں صدی عیسوی میں اس شہر کی بنیاد رکھی گئی۔ یہ شہر اڑیسہ کی مشہور و معروف مہاندی کے کنارے واقع ہے۔ شمال میں مہاندی سے لے کر جنوب میں کاٹھ جوڑی تک پھیلا ہوا ہے۔ یہاں جنوبی مشرقی ریلوے شہر کٹک سے ہو کر گزرتی ہے۔ اس کے علاوہ کلکتہ سے مدراس تک کی گرینڈ ٹرنک روڈ بھی کٹک کی راہ سے گزرتی ہے۔ یہ سڑک کٹک میں مہاندی کو ہندوستان کے طویل پل ''مہاندی برج'' کے ذریعہ عبور کرتی ہے۔ ان تمام سہولتوں کی بنا پر زمانۂ قدیم سے کٹک اڈیشا کی راجدھانی رہا۔ کٹک کے شمال میں چودوار اور جنوب میں سارنگ گڑھ کے مسمار قلعوں کا نشان اب بھی باقی ہے۔ چودوار کا قلعہ بروپا ندی کے بائیں ساحل پر اور سارنگ گڑھ کا قلعہ کاٹھ جوڑی ندی کے داہنے ساحل پر واقع ہے۔ زمانہ قدیم سے شاہراہوں کی سہولت کے پیشِ نظر کٹک کو کافی تجارتی اہمیت بھی حاصل رہی ہے۔

سنسکرت میں کٹک کے معنیٰ قلعہ، دارالسلطنت یا سرکاری مرکز کے ہیں جو فوجی حفاظت میں ہو۔ اڑیسہ کے تخت پر تیرہویں صدی کے اوائل میں انگ بھیم دیو قابض ہوا۔ اس دور میں شمال کی جانب سے مسلمان حکمرانوں کی یورش کے خوف سے انگ بھیم دیو کو اپنے ملک کی حفاظت کا خیال پیدا ہوا۔ اس نے دارالسلطنت کے لیے عظیم مہاندی اور کاٹھ جوڑی سے محصور خطۂ ارض کو منتخب کیا۔ یہ جگہ حفاظتی نقطۂ نظر سے بے مثال تھی۔ انگ بھیم دیو نے اپنی راجدھانی کا نام ''وارانا سی کٹک'' رکھا۔

اننگ بھیم دیو کے بعد اس کا لڑکا نرسنگھ دیو اول ۱۲۳۸ء میں اڈیشا کے تخت پر قابض ہوا اور ۱۲۴۳ء سے ۱۲۴۶ء تک بنگال کے لکشمناتی کے سلاطین سے برسر پیکار رہا۔ کونارک کا عظیم سوریہ مندر جو غالباً بنگال کے سلطان کے ساتھ جنگ کے بعد ہی تعمیر ہوا تھا نرسنگھ دیو اول کا ایک عظیم کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ نرسنگھ دیو کی کل کارکردگی کا مرکز اڈیشا کا دارالسلطنت ''ابھی نو وارانسی کٹک'' ہی تھا۔ اڈیشا کے تخت پر فیروز شاہ تغلق اور اس کے بعد حسین شاہ بھی کچھ عرصہ تک قابض رہے۔ لیکن بھانو دیو کے سپہ سالار کپلندر دیو نے ۱۴۳۴ء میں اڈیشا کے تخت پر قبضہ کرلیا۔ بعد میں کپلندر دیو نے خود کو ایک عظیم حکمران ثابت کیا۔ اس نے نہ صرف اپنے دور حکومت میں داخلی امن وتحفظ بدرجۂ اتم قائم کیا بلکہ دور دراز جنوبی ہند کے علاقوں پر بھی قبضہ کرتا چلا گیا اور مسلم سلاطین کے حملوں سے بھی اڈیشا کو بچائے رکھا۔ اس ضمن میں خود کپلندر دیو کا تصنیف کردہ ایک ایکٹ کا سنسکرت ڈرامہ ''پرسورام وجے'' قابل ذکر ہے۔ اس کے علاوہ کپلندر دیو کے عہد حکومت میں اڑیا زبان کے اولین شاعر اعظم سارلا داس نے مکمل مہابھارت کو اڑیا میں نظم کیا تھا۔ اس طرح سے ثابت ہوتا ہے کہ اڑیا زبان اور ادب کی ترویج وبقا کے لیے کپلندر دیو کا عہد حکومت ایک زرّین عہد تھا۔

ملک کی آزادی کے بعد شہر کٹک میں گنجان آبادی کے پیش نظر اڈیشا کا دارالسلطنت کٹک سے بھوبنیشور منتقل ہوا۔ بھوبنیشور کٹک سے ۳۰ کیلومٹر کی دوری پر واقع ہے۔ دریائے کاٹھ جوڑی اور کواکھائی پر دو پلوں پر سے ہوتی ہوئی پختہ سڑک کٹک سے بھوبنیشور کو منسلک کرتی ہے۔ اڈیشا کی راجدھانی بھوبنیشور منتقل ہو جانے کے باوجود بھی شہر کٹک کو ثقافت، تجارت اور صنعت وحرفت کا ایک اہم مرکز سمجھا جاتا ہے۔ پچھّم کے پہاڑی علاقوں کے لیے کٹک کی حیثیت صدر دروازہ کی ہے۔ اس کے علاوہ شہر کے اطراف میں چھوٹی بڑی نہروں کا گویا کہ جال بچھا ہوا ہے جس کی وجہ سے زراعتی آبیاری کے لیے سہولتیں میسر ہیں اور کٹک کو تجارتی اہمیت بھی حاصل ہے۔ کٹک چاندی کی تارکشی، طرح طرح کے زیورات اور سینگ کے ذریعہ تیار کردہ کنگھی وغیرہ چیزوں کے لیے سارے ملک میں مشہور ہے۔

کٹک میں قدیم طرز کی مساجد اور منا در ہیں ۔ یہاں کی مسجد وں میں دیوان بازار کی مسجد،قلعہ کی شاہی مسجد، اجالے خاں کی مسجد اور جامع مسجد قابل ذکر تصور کی جاتی ہیں۔ان میں سے دیوان بازار کی مسجد اڈیشا کی سب سے پرانی مسجد ہے۔

شہر کٹک کے درگاہ بازار میں ''قدم رسول'' بہت بڑی اہمیت کا حامل مقام ہے۔۱۸۵۰ء میں شاہ عالم کے دور حکومت میں نواب شجاع الدین محمد خاں نے اس زیارت گاہ کی تعمیر کروائی تھی۔قدم رسول کا احاطہ ہی وسیع وعریض ہے۔اس احاطہ میں نواب محمد تقی خاں کا مزار بھی ہے۔اس کے علاوہ یہ حصہ قبرستان کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔عرف عام میں ایک عظیم زیارت گاہ بن کر رہ گیا ہے۔اسی احاطہ کے اندر ایک مسجد بھی موجود ہے۔کٹک کے مشہور علاقہ بخشی بازار میں امریسور مندر واقع ہے۔ یہ ایک بہت ہی قدیم مندر ہے۔جا گر جاترا کے موقع پر یہاں میلہ لگتا ہے۔اسی کے آگے پلٹن مسجد قائم ہے جو ایک تاریخی مسجد ہے۔اس کے سامنے پوسٹ آفس ہے اور اس کی پشت پر ملنگ شاہ بابا کا مزار ہے جو قدیم اور تاریخی ہے۔بخشی بازار میں مدرسہ سلطانیہ،سماج آفس اور اڈیشا اردو لائبریری بھی اسی علاقے میں ہیں۔

کٹک کا دوسرا مشہور مندر چنڈی کا ہے۔اس مندر کی مناسبت سے اس علاقے کا نام کٹک چنڈی ہو گیا ہے۔بارہ باٹی کا قلعہ انگ بھیم دیو کے دور حکومت میں تعمیر کیا گیا تھا۔مختلف ادوار میں حکمرانوں کے قیام گاہ کے طور پر استعمال ہوتا رہا تھا۔اس قلعہ کے چاروں طرف حفاظتی نقطۂ نظر سے گہری کھائی کھدی ہوئی ہے جو ہمیشہ پانی سے لبریز رہا کرتی ہے۔کہا جاتا ہے کہ کبھی اس قلعہ کے دیو ہیکل دروازے پر کافی کشادہ آہنی کواڑ لگے ہوئے تھے۔اس قلعہ کے اندر بھی ایک شاہی مسجد موجود ہے۔اس قلعہ کے اندر بخاری بابا کا مزار بھی ہے۔راجہ گووند دیو کی وفات کے بعد اس کے وزیر مکند دیو نے اڈیشا کی عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی۔مکند دیو کے دور حکومت میں سلیماں کرانی کے افغانی جنرل کالا پہاڑ نے اڈیشا پر حملہ کیا جس کے متعلق آج بھی مشہور ہے۔

( کالا پہاڑ نے کٹک میں داخل ہوکر قلعہ کے آہنی دروازہ کوتوڑ دیا، مہاندی سے پانی پیااور مکند دیو کی رانی نے طلائی طشت میں اس کے سامنے ہیرے پیش کیے ) یہ اڑیا کہاوت کا اردو ترجمہ ہے جو بہت مشہور ہے۔

شہر کٹک قدیم اور جدید اقدار کا امتزاجی نمونہ ہے۔ بارہ باٹی قلعہ کے سامنے ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں ہر سال نومبر کے وسط میں کارتک پورنما کے موقع پر ''بالوجاترا'' کے نام سے ایک بہت بڑا میلہ لگتا ہے اور اس وسیع وعریض میدان میں ملک کے قومی رہنماؤں کی آمد پر جلسے ہوتے ہیں۔ اس میدان کے مقابل سڑک کی دوسری جانب بارہ باٹی اسٹیڈیم ہے۔ اس اسٹیڈیم کی عمارتیں اور گلریز کافی خوبصورت اور نہایت دلکش ہیں اور اس اسٹیڈیم کا شمار براعظم ایشیا کے عظیم ترین اسٹیڈیم میں ہوتا ہے۔ اس اسٹیڈیم میں ہر طرح کے میچ اور کلچرل پروگرام ہوا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی مرتبہ ہندوستان کے قومی کھیل بھی یہاں ہو چکے ہیں۔

کٹک چنڈی سے ایک سڑک شمال سے جنوب کی جانب بڑھتی ہے اور آگے بڑھ کر چاندنی چوک کو متصل کرتی ہے۔ اسی چاندنی چوک میں کاٹھ جوڑی ندی کے کنارے عظیم سنگی پشتوں سے متصل کٹک کی مشہور تاریخی عمارت ''لال باغ'' واقع ہے۔ اڈیشا کے مغل گورنر معتقد خاں مرزا مکّی نے ۱۶۳۳ء میں اپنی شہرت اور مقبولیت کی ایک عظیم یادگار کے طور پر ''لال باغ'' کا محل تیار کرایا تھا۔ جو ۱۷۵۱ء تک مغل صوبے داروں کے زیر استعمال رہا اور اس کے بعد ناگپور کے بھونسلہ صوبے دار ۱۷۵۱ء سے ۱۸۰۳ء تک اس محل پر قابض رہے۔ ۱۸۰۳ء میں بھونسلہ راجہ رگھو جی ثانی پر فتح یابی کے بعد لال باغ انگریزوں کے قبضہ میں آیا۔ اس کے بعد مختلف دور میں ''لال باغ'' کٹک کے کمشنر اور کلکٹروں کی رہائش گاہ بنا رہا۔ پھر ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۱ء تک یہ محل اڈیشا کے گورنر کی قیام گاہ کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ ۱۹۶۱ء میں گورنر ہاؤس نئی راجدھانی بھوبنیشور منتقل ہو جانے کے بعد اس عظیم عمارت میں بچوں کا ہسپتال ''شیشو بھون'' قائم ہوا جو اب تک جاری ہے۔

''لال باغ'' محل کے بعد کٹک کی دوسری عظیم عمارت اڈیشا ہائی کورٹ کی ہے۔ ہائی کورٹ کی اس عظیم عمارت کی تعمیر ۱۹۱۳ء میں ہوئی تھی۔ لیکن اس وقت سے اس میں صرف سول کورٹ قائم تھا۔ اب ۱۹۴۸ء میں یہاں ہائی کورٹ کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۴۷ء میں کلکتہ ہائی کورٹ کی وضع پر ایک بُرج قائم کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس عمارت کی دلکشی دو چند ہوگئی ہے۔ یہ علاقہ شہر کا سب سے گنجان علاقہ ہے۔ جہاں پر ہر وقت بھیڑ بھاڑ رہتی ہے۔ کچہری کے علاقہ ہی میں راونشا کالجییٹ اسکول ۱۸۲۲ء میں قائم ہوا تھا۔ جو ایک قدیمی، تاریخی اور اولین سرکاری ہائی اسکول ہے۔ وہاں سے اڈیشا کے بڑے ہی نامور لوگوں نے تعلیم حاصل کر کے نہ صرف اڑیسہ بلکہ ملک اور بیرون ملک میں بڑی شہرت حاصل کی۔ اسی اسکول سے نیتا جی سبھاس بوس نے میٹرک تک تعلیم حاصل کی تھی۔ اس سے آگے نیم چوڑی کا بازار ہے جہاں زیادہ تر صرافوں کی بڑی بڑی دکانیں ہیں۔ اس سے متصل بالو بازار کا علاقہ ہے۔ جہاں زیادہ تر کتابوں کی دکانیں ہیں۔ کٹک کی مشہور و معروف جامع مسجد بھی شاہ راہ بالو بازار پر واقع ہے۔

مندروں اور مسجدوں کے ساتھ ساتھ شہر کٹک میں کئی گرجے بھی ہیں۔ شہر کے ایک سرے میں مہاندی کے کنارے کالیا بودا کے پاس ایک گرودوارہ کی تعمیر بھی عرصہ دراز سے عمل میں آگئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گرونانک جی پوری جاتے ہوئے کچھ دیر کے لیے اس مقام پر ٹھہرے تھے۔ اور انہوں نے وہاں مراقبہ بھی کیا تھا۔ اور اسی جگہ پر اپنا مسواک بھی گاڑا تھا۔ یہ گرودوارہ داتون صاحب کے نام سے مشہور ہے۔

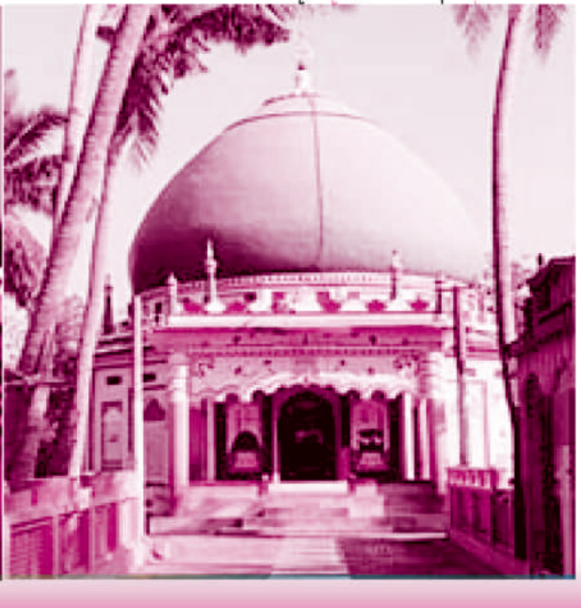

# مشق

۱۔ پڑھیے اور جواب دیجیے:

(i) کٹک کن ندیوں کے ساحل پر واقع ہے اور سنسکرت زبان میں کٹک کا معنی کیا ہے؟

(ii) شہر کٹک کا بانی کون ہے؟ اور اس نے کس سنہ میں اس کی بنیاد رکھی تھی؟

(iii) اڑیسہ کے پایہ تخت پر کن دو مسلم حکمرانوں نے حکومت کی؟

(iv) کٹک شہر میں قدیم طرز کی مسجدیں کتنی ہیں؟ اور ان میں سب سے پرانی مسجد کس کو قرار دیا گیا ہے؟

(v) ''قدم رسول'' زیارت گاہ کی تعمیر کس سنہ میں ہوئی؟ اور کس نے کروائی؟

(vi) بارہ باٹی قلعہ کس کے دور حکومت میں تعمیر کیا گیا؟

(vii) کٹک کی مشہور تاریخی عمارت ''لال باغ'' کس نے تعمیر کروائی تھی اور وہ کب تک کن کے زیر استعمال رہی؟

(viii) کٹک ہائی کورٹ کی تعمیر کب ہوئی؟ اور کب تک اس میں سول کورٹ قائم رہا؟

۲۔ نیچے دیے ہوئے الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے:

تخت۔ سلطان۔ امن۔ تحفظ۔ منتقل۔ احاطہ۔ تعمیر۔ عظیم۔ مشہور۔ رہائش گاہ

۳۔ نیچے دیے ہوئے الفاظ کی جمع لکھیے:

نشان۔ ساحل۔ سلطان۔ مرکز۔ مسجد۔ مقام۔ مندر۔ عمارت

# مجاہد آزادی! نیتا جی سبھاس چندر بوس

HTSV17

بچو! تم کیا نیتا جی سبھاس چندر بوس کو جانتے ہو؟ ہاں تم ضرور جانتے ہو! وہ ایک مجاہد آزادی تھے۔ وطن کی آزادی پر مر مٹنے والے جاں باز مخلص بہادر تھے۔ آج ہم جب انہیں یاد کر رہے ہیں تو ہمارا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے۔ انہوں نے ملک کو آزادی دلانے کے لیے دیش کے چاروں طرف دورہ کر کے مشرق سے مغرب تک ایک ایسا ماحول بنایا، جس کے ذریعہ وہ انگریزی حکومت کو جھکانے میں پورے طور پر کامیاب ہوئے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ آزاد ہند فوج کا قیام تھا۔ اسی ''آزاد ہند فوج'' نے انگریزوں کے پاؤں ڈگمگا دیے تھے۔ نیتا جی سبھاس چندر بوس آزاد ہند فوج کے سپہ سالار تھے۔ انہوں نے سنگاپور سے ۲۱ رجنوری ۱۹۴۴ء کو آزاد ہند فوج لے کر اپنا تاریخی مارچ شروع کیا تھا۔ برما، رنگون کے راستے سے ہندوستان میں اپنی فوج کے ہمراہ داخل ہوئے۔ انہوں نے فروری ۱۹۴۴ء کو ہندوستان کی سرزمیں پر فخر سے ہندوستان کا ترنگا جھنڈا لہرایا تھا۔

نیتا جی سبھاس چندر بوس ۲۳ رجنوری ۱۸۹۷ء کو محلّہ اڑیا بازار شہر کٹک صوبۂ اڈیشا میں پیدا ہوئے تھے ۔ان کے والد محترم جانکی ناتھ بوس ایک نامور وکیل تھے جو ۱۸۸۵ء میں کلکتہ سے کٹک آئے تھے۔ نیتا جی کی والدہ پر بھاوتی مضبوط ارادوں والی ایک بہادر خاتون تھیں۔ان کی ابتدائی تعلیم پانچ برس کی عمر سے پروٹیسٹنٹ پرائمیری (انگلش میڈیم) اسکول کٹک میں شروع ہوئی۔ جسے آج اسٹیوارٹ اسکول کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس اسکول میں انہوں نے چھ کلاس تک تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد اڈیشا کے مشہور تاریخی اولین سرکاری ہائی اسکول راونشا کالجیٹ اسکول، کٹک میں ۱۱ رجنوری ۱۹۰۹ء کو سات کلاس میں داخلہ لیا۔ وہاں بنگلا ورنا کولر تعلیمی سلسلہ جاری رکھا اور کلاس کے امتحان میں ہمیشہ اول آتے رہے۔ طالب علمی کے زمانے ہی سے نیتا جی نہایت تنہائی پسند تھے اور اپنے ساتھیوں سے الگ تھلگ رہ کر ہمیشہ کسی نہ کسی فکر میں غرق رہا کرتے تھے۔ممکن ہے یہ ملک کی بدحالی کی فکر ہو۔

نیتا جی کے ہم جماعت طلبا میں مسلمان طلبا بھی تھے جن سے ان کی دوستی تھی۔آگے چل کر نیتا جی کی جدو جہد میں ہمیشہ مسلمانوں نے ان کا ساتھ دیا بلکہ آخری وقت تک ان کے ساتھ رہے۔نیتا جی بچپن ہی سے اپنے والدین کے بڑے فرماں بردار تھے اور ان کی خوب عزت کرتے تھے۔خصوصاً اپنی ماں کا بے حد احترام کرتے تھے۔ ماں باپ کی دعائیں ہی ان کی ترقی ،عزت ،شہرت اور کامیابی کا باعث ہیں۔

سبھاس بوس کی طالب علمی کے زمانے میں شری بنی مادھب داس راونشاء کالجیٹ اسکول کے ہیڈ ماسٹر تھے جو اصول کے پابند، پاکیزہ طبیعت کے مالک شفیق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔نیتا جی کی شخصیت کی تشکیل میں ان کا اہم حصہ رہا ہے۔نیتا جی نے پندرہ سال کی عمر میں سوامی وویکا نند اور ان کے پیشوا رام کرشن پر ماہنس کی کتابوں کے مطالعہ سے قومی خدمات کا جذبہ اور اخلاق و کردار کو سدھارنے اور سنوارنے کا درس حاصل کیا۔

۱۶؍سال کی عمر میں مارچ ۱۹۱۳ءکو انٹرانس (مٹریکولیشن) کا امتحان دیا اور پوری یونیورسٹی میں دوم آئے۔ اس وقت آسام، بنگال، بہار اور اڑیسہ چاروں صوبوں کے تمام طلبا کلکتہ یونیورسٹی کے تحت امتحان دیا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ سبھاس بوس کی یہ کامیابی ان کی اعلیٰ ذہانت، پڑھائی سے گہری لگن اور جان توڑ محنت کا ثمرہ تھی۔

کلکتہ میں انگریزوں کا قائم کردہ پریسیڈینسی کالج ٹھوس تعلیم کے لیے مشہور تھا۔ ان کے والد جانکی ناتھ بوس نے سبھاس بوس کا داخلہ اسی پریسیڈینسی کالج کلکتہ میں کر دیا۔ طلبا کے اسٹرائک کے بعد پریسیڈینسی کالج کچھ دنوں کے لیے بند ہو گیا، نیتا جی کٹک چلے آئے۔ اس اثنا میں ان کے پورے دو سال برباد ہو گئے۔ جولائی ۱۹۱۷ءکو بی اے کے تیسرے سال میں اسکوٹس چرچ کالج کلکتہ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۱۹ءکو فلسفہ آنرس کے ساتھ اول درجہ سے بی اے پاس کیا۔ ان کے والد کی خواہش کے مطابق آئی سی ایس کے لیے اسی سال انگلینڈ کا سفر کیا۔ ۱۹۲۰ءمیں بڑی محنت اور جان فشانی سے آئی سی ایس کے امتحان میں بیٹھے۔ ستمبر ۱۹۲۰ءکو آئی سی ایس کا نتیجہ برآمد ہوا تو سبھاس بوس نے چوتھی پوزیشن سے کامیابی حاصل کی۔ ان کی اس کامیابی پر انگلینڈ میں تہلکہ مچ گیا کہ ایک ہندوستانی امیدوار نے پہلی بار انگریزوں کی سرزمین میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ لیکن غلامی کی زندگی اور انگریزوں کے ماتحت ملازمت کرنی انہیں پسند نہ آئی۔ وہاں سے ۲۲؍اپریل ۱۹۲۱ءکو نیتا جی استعفیٰ دے کر ہندوستان واپس آگیے۔ ۱۶؍جولائی ۱۹۲۱ءکو ممبئی میں گاندھی جی سے پہلی بار ملاقات ہوئی۔ ان سے گفتگو کے بعد جنگ آزادی میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔ اس وقت ان کی عمر ۲۴؍سال تھی۔ انہوں نے کلکتہ میں انگریزوں کے خلاف عدم تعاون کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

نیتا جی ۱۹۲۹ءمیں کلکتے کے نیشنل کانگریس کے اجلاس میں پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ مل کر آزادی کے لیے مہم چلانے کا فیصلہ کیا۔ ۱۹۳۰ءمیں کلکتہ میونسپل کارپوریشن کے ''میئر'' کے چناؤ میں سبھاس بوس نے اپنی شاندار جیت حاصل کی۔

۲۶ رجنوری ۱۹۳۰ء کو پورے ہندوستان میں یوم آزادی منانے اور خلاف قانون مہم چلانے کے لیے گاندھی جی نے اعلان کیا۔ اس وقت نیتا جی بنگال پردیش کانگریس کمیٹی کے صدر تھے۔ ۲۶ر جنوری ۱۹۳۰ء کو نیتا جی نے دیش کی مکمل آزادی کا مطالبہ لے کر یوم آزادی منانے کے لیے کلکتے میں ایک پرسکون جلوس نکالا۔ انگریز سرکار کے گھوڑ سوار سپاہیوں نے ان لوگوں پر لاٹھی چارج کیا۔ نیتا جی سمیت بہت سے لوگ گھائل ہو گیے۔ کافی لوگوں کو حراست میں لے لیا گیا۔ اس میں نیتا جی بھی شامل تھے۔ چنانچہ ر مارچ ۱۹۳۱ء کو نیتا جی اور ان کے ساتھیوں کی رہائی عمل میں آئی۔

۱۹۳۸ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے صدر کی حیثیت سے منتخب ہوئے۔ لیکن ۲۹ر اپریل ۱۹۳۹ء کو سبھاس بوس نے کانگریس کے صدر کے اس عہدہ سے استعفیٰ دے کر فروارڈ بلاک کے نام سے ایک الگ تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ فروارڈ بلاک کے ذریعہ ہندوستان کی ہر ریاست میں سیکڑوں جلسے جلوس منعقد کیے گیے۔ سبھاس بوس اور فروارڈ بلاک کے اراکین کی یہی خواہش تھی کہ جلد سے جلد بہر صورت ہندوستان کو برطانیہ سرکار کے قبضے سے آزاد کرایا جائے۔

گاندھی جی کی پالیسی یہ تھی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اہنسا کے ذریعہ آزادی حاصل کی جائے۔ مگر نیتا جی کا اعلان تھا کہ ''تم مجھے خون دو میں تمہیں آزادی دوں گا'' ان کا حوصلہ بلند تھا۔ انہوں نے برطانوی سرکار کو ہندوستان سے بے دخل کرنے کی ٹھان لی تھی۔ چنانچہ نیتا جی کے اس آزادی کے کارواں میں رفتہ رفتہ نئی نئی تنظیمیں شامل ہوتی گئیں۔

۲۹ر جون ۱۹۴۰ء میں نیتا جی نے کلکتہ کے ''البرٹ ہال'' میں ایک جلسۂ عام سے خطاب کر کے یہ اعلان کیا وہ نواب سراج الدولہ کے یوم پیدائش کے موقع پر ''ہال ویل منومینٹ'' کو ہزاروں لوگوں کے جلوس کے ساتھ جا کر منہدم کر دیں گے۔ ۱۸۵۶ء میں نواب سراج الدولہ نے انگریزوں کو شکست دے کر کلکتہ پر قبضہ کیا تھا۔ سراج الدولہ پر انگریزوں کا غلط الزام یہ تھا کہ انہوں نے کل ۱۴۶ر قیدیوں کو ایک کمرے میں قید کر دیا تھا۔ ان میں سے ۱۲۳ قیدی گرمی کی وجہ سے مر گیے۔ جیسا کہ گورنر ہال ویل کی تحریر سے پتہ چلتا ہے انہوں نے اس حادثے کو ''بلیک ہول'' ٹریجیڈی کا نام دیا تھا۔

ہندوستانیوں کے ظلم و استبداد کی اس جھوٹی کہانی کی یاد میں انگریزوں نے ''ہال ویل منو مینٹ'' تعمیر کیا تھا۔ ۲ر جولائی ۱۹۴۰ء کو انگریزوں نے نیتا جی کو گرفتار کر لیا۔ اس وجہ سے پورے ملک میں زبردست تحریک چلی، مجبوراً انگریزوں نے اس ہال کا نام بدل کر فورٹ ولیم بلڈنگ رکھ دیا اور نیتا جی سمیت سارے قیدیوں کو رہا کر دیا۔

برطانوی حکومت نے نیتا جی کو کم و بیش ۱۱ر مرتبہ جیل بھیجا، جہاں انہوں نے قیدیوں کی سخت صعوبتیں جھیلیں۔ لیکن انگریزی حکومت کی یہ ساری تدبیریں نیتا جی کے جذبۂ آزادی کو کم کرنے اور ان کے جوش ولولہ کو سرد کرنے میں بری طرح ناکام ثابت ہوئیں۔ جب نیتا جی کو ہندوستان میں رہ کر آزادی کی جدوجہد میں خاطر خاہ کامیابی کی صورت نظر نہیں آئی تو انہوں نے بیرونی ممالک کے سفر کا ارادہ کیا۔ ان کو انگریزوں کے دشمن ممالک یعنی جرمنی اور جاپان سے دوستی اور تعاون حاصل کرنے کی تدبیر سوجھی۔

آخر کار سبھاس بوس نے سب سے پہلے جرمنی جانے کا فیصلہ کیا۔ بھگت رام کے ہمراہ ۱۶ر جنوری ۱۹۴۱ء کو گھر سے نکلے، چہرے پہ داڑھی لگائے، سر پہ پگڑی پہنے ضیاء الدین کے نام سے افغانی کی شکل بنا کر اور بھگت رام رحمت خاں کے نام سے پولس کی نظروں سے بچتے بچاتے پشاور اور پھر ۲۷ر جنوری کو کابل (افغانستان) پہنچے۔ اتم چاند اور حاجی عبدالسبحان خاں صاحب کی مدد سے ۱۸ر مارچ ۱۹۴۱ء کو روس کے شہر بخارا اور ماسکو ہوتے ہوئے جرمنی کے لیے چل پڑے اور ۲ر اپریل ۱۹۴۱ء کو جرمنی کے شہر برلن میں پہنچے۔ اس وقت جرمنی اور انگریزوں کے درمیان دوسری عالمی جنگ جاری تھی۔ وہاں پر مضبوط اور ٹھوس ارادے کے ساتھ یہ طے کیا کہ ہندوستان کو بزور بازو ہی برطانوی غلامی سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔ ۹ر اپریل ۱۹۴۱ء کو برلن میں جرمنی سرکار کو ایک میمورنڈم دیا کہ یوروپ میں آزاد ہندوستان کی سرکار قیام کرنے کی اجازت دی جائے۔ ۳ر مئی ۱۹۴۱ء کو برلن میں آزاد بھارت کا مرکز قائم کیا۔

اکتوبر۱۹۴۱ءکو جرمن کے برلن شہر میں آزاد ہندفوج کی تشکیل کی گئی جونیتا جی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔۲رنومبر۱۹۴۱ءکوآزاز ہندفوج کا پہلا اجلاس عام منعقد کیا۔ ترنگا جھنڈے کوقومی جھنڈے کے طور پرلہرایااوررابندرناتھ ٹیگور کے لکھے گیے ''جن گن من ادھی نائک'' کوقومی گیت کےطور پر پڑھا گیا ۔ جےئ ہند کا نعرہ بھی بلند کیا گیا۔ وہاں کےلوگوں نے سبھاس بوس کونیتا جی کے لقب سے نوازا۔ جرمنی سرکار کی مالی امداد سے آزاد ہندفوج پھیلنے لگی۔

نیتا جی کی دعوت پر بہت سے ہندوستانی جوکہ فرانس اور جرمنی میں کام کرتے تھے برلن آپہنچے۔اس کے علاوہ جرمنی سرکار نے فرانس کے جیل میں مقید بہت سے فوجیوں کورہا کردیا۔جن کو لے کر جرمنی میں '' آزاد ہندفوج'' کی تشکیل پورے نظم ونسق کے ساتھ عمل میں آئی اور برٹش ایمباسی بھون میں '' آزاد ہندفوج'' کا دفتر قائم کیا گیا۔

راس بہاری بوس نے جاپان میں رہ کر ہندوستاں کی آزادی کی مہم مستحکم اورمنظّم طریقے سے چلارکھی تھی۔ان کی دعوت پر۸رفروری ۱۹۴۳ءکوجرمنی سے آبدوز جہاز (پنڈ بکی) کےذریعہ۳رمہینے کےمسلسل سفر کے بعد۶رمئی۱۹۴۳ءکونیتا جی جاپان پہنچے۔ وطن کوآزادکرانے کے لیے جاپان سرکار سےامداد کی اپیل کی۔ جاپان میں انہوں نے انڈیپنڈنس لیگ اورانڈین نیشنل آرمی کی رہ نمائی کی ذمہ داری سنبھالی جسے مشرقی ایشاء میں رہنے والے ہندوستانیوں نے قائم کیا تھا۔۱۹۴۳ءکوسنگاپورمیں بھی ان تنظیموں کی کمان سنبھالی توان کی سرگرمیوں میں کافی تیزی آگئی اورانہوں نے مغرب میں ''جرمنی'' سے لےکرمشرق میں جاپان، برما تک پہنچے۔سنگاپورمیں ''آزادہندفوج'' کےذریعہ ان کا شاندار استقبال کیا گیا۔ سنگاپورمیں '' آزاد ہندفوج'' کے جلسے میں یہ اعلان کیا ''دلی چلو''۔۵رجولائی ۱۹۴۳ءکوسنگاپور کے ٹاون ہال کے وسیع میدان میں نیتا جی نے اپنی قوم کوخطاب کرتے ہوئے اسے اپنی زندگی کا انتہائی قابل فخردن قراردیا تھا۔اس روزانہوں نے'' آزاد ہندفوج'' کا بطورکمانڈر پہلی باربھرپور جائزہ لیااورجنگ کا اعلان کیا۔

۲۱/ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو سبھاس بوس نے عارضی طور پر سنگا پور میں ''آزاد بھارت سرکار'' کا اعلان کیا، اور ۲۱/ اکتوبر ۱۹۴۳ء کو ہی سنگا پور کے ایک تاریخی اجلاس میں انہوں نے ''آزاد ہند'' کی حکومت کا اعلان کیا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ جاپان، جرمنی اور اٹلی سمیت نو ملکوں نے اس عبوری حکومت کو تسلیم کر لیا تھا۔ اس طرح ۲۰۰/ برسوں میں پہلی بار ہندوستان کے مجاہدین آزادی نے آزاد ملک کا مزہ چکھا۔ ۲۲/ اکتوبر کو ہی نیتا جی نے آزاد ہند فوج کی ''رانی جھانسی ریجی مینٹ'' کا باقاعدہ افتتاح کیا۔ یہ جنگجو دستہ ہندوستان کی جان باز خواتین کا تھا۔ ایک مضبوط اکائی بن گئی جس کا بنیادی اصول تھا ''اتحاد، یقین اور قربانی''۔

۱۸/ اگست ۱۹۴۵ء کو جاپان کے ایک ہوائی جہاز نے تائیکو ہوائی اڈہ سے سیگاؤں کے لیے پرواز شروع کیا تھا کہ ۳۰۰/ فٹ اوپر جا کر گر پڑا۔ اس میں آگ لگ گئی۔ سبھاس بوس اور حبیب الرحمٰن کسی طرح جہاز سے باہر نکل آئے لیکن دونوں کافی حد تک جل چکے تھے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ ہلاک ہو گیے اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس حادثے سے بچ نکلے لیکن اتنا ضرور ہے کہ اس منحوس تاریخ کے بعد نیتا جی کی عملی زندگی کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔ نیتا جی سبھاس بوس اور آزاد ہند فوج کی حب الوطنی، شجاعت اور قربانی کی داستان آج بھی ہندوستان کے کروڑوں دلوں کو گرماتی ہے۔ ہر سال ۲۳/ جنوری کو اہل اڑیسہ کی جانب سے ان کی جاے پیدائش اڑیا بازار کٹک میں اور ان کی مادر علمی راونشا کالجیئٹ اسکول میں بڑے تزک و احتشام کے ساتھ ان کی یاد میں تقریب منائی جاتی ہے۔ انھیں خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔ ان کے وسیع و عریض مکان میں ''نیتا جی سیوا سدن'' نامی ایک زنانہ ہسپتال قائم تھا۔ اب وہاں نیتا جی میوزیم قائم ہے۔ جہاں ان کے استعمال کی تمام چیزیں، عکسی تحریریں اور تصویریں رکھی ہوئی ہیں۔ اڈیشا سرکار نے ان کے اعزاز میں ۲۳/ جنوری کو چھٹی کا دن قرار دیا ہے۔

بچو! اس بات پر غور کیجیے کہ ہمارے ملک کے مجاہدینِ آزادی نے کتنی جان فشانی سے ملک کی آزادی حاصل کی تھی۔ اس آزادی کی قدر کرنا سیکھیے۔ نیتا جی کی طرح دل میں حب وطن کا جذبہ پیدا کیجیے اور اس پر اپنا تن من دھن سب کچھ نچھاور کیجیے۔ یہی نیتا جی کے لیے سب سے بڑا نذرانۂ عقیدت ہوگا۔

☆☆☆

ا۔ پڑھیے اور سمجھیے:

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| ثمرہ | : | پھل۔ نتیجہ | جاں فشانی | : | محنت |
| حراست | : | قید | منہدم | : | گرادینا |
| تعاون | : | ایک دوسرے کی مدد کرنا | | | |
| نظم و نسق | : | انتظام | مستحکم | : | مضبوط |
| منظّم | : | وہ چیز جو انتظام کے ساتھ ہو | | | |
| عبوری حکومت | : | عارضی حکومت | افتتاح | : | شروع |
| جنگجو دستہ | : | لڑنے والی فوج کا ایک حصہ | | | |
| منحوس | : | بُرا | تزک و احتشام | : | شان و شوکت |
| وسیع و عریض | : | کشادہ/چوڑا | | | |
| ریاضی داں | : | حساب جاننے والا | | | |

# مشق

۲۔سوچیے اور بتائیے:

(i) نیتا جی سبھاس چندر بوس کب اور کہاں پیدا ہوے تھے؟
(ii) ان کی ابتدائی تعلیم کہاں ہوئی ؟
(iii) انگلینڈ میں نیتا جی کی آئی۔سی ایس میں کامیابی کے بعد کیوں تہلکہ مچ گیا؟
(iv) گاندھی جی سے نیتا جی کی کب اور کہاں ملاقات ہوئی ؟
(v) ۱۹۳۰ء کے کس چناؤ میں نیتا جی نے شاندار جیت حاصل کی؟
(vi) نیتا جی انڈین نیشنل کانگریس کے صدر کی حیثیت سے کب منتخب ہوے؟
(vii) نیتا جی نے آزادی کے لیے بیرونی ممالک کے سفر کا ارادہ کیوں کیا؟
(viii) آزاد ہند فوج کب قائم ہوئی تھی اور اسے نیتا جی کا بڑا کارنامہ کیوں کہا جاتا ہے؟
(ix) نیتا جی کی عملی زندگی کا خاتمہ کس طرح ہوا؟
(x) نیتا جی میوزیم کس جگہ قائم ہے اور ۲۳ ر جنوری ایک یادگار دن کیوں ہے؟

۳۔خالی جگہوں کو پر کیجیے:

سبھاس چندر بوس نے ۱۶ ر سال کی عمر میں ...........کو انٹرانس (مٹریکولیشن) کا..........دیا اور پوری ..........میں دوم آئے۔اس وقت آسام، بنگال، بہار اور..........چاروں صوبوں کے تمام طلبا ....... یونیورسٹی کے تحت امتحان دیا کرتے تھے۔ظاہر ہے کہ..........کی یہ کامیابی ان کی اعلا........، پڑھائی سے گہری.......اور جان توڑ محنت کا........تھی۔

۴۔ نیچے دیے گیے الفاظ سے جملے بنائیے:

پاکیزہ طبیعت۔ ثمرہ۔ شمولیت۔ حراست۔ تدبیر۔ نظم ونسق۔ قابل فخر

۵۔ نیچے دیے گیے الفاظ کے واحد لکھیے:

خدمات۔ ممالک۔ تنظیمیں۔ صعوبتیں۔ اجلاس۔ مجاہدین

۶۔ نیچے دیے گیے الفاظ کی جنس بتائیے:

ماحول۔ فوج۔ ملک۔ ملازمت۔ اعلان۔ تحریک

☆☆☆

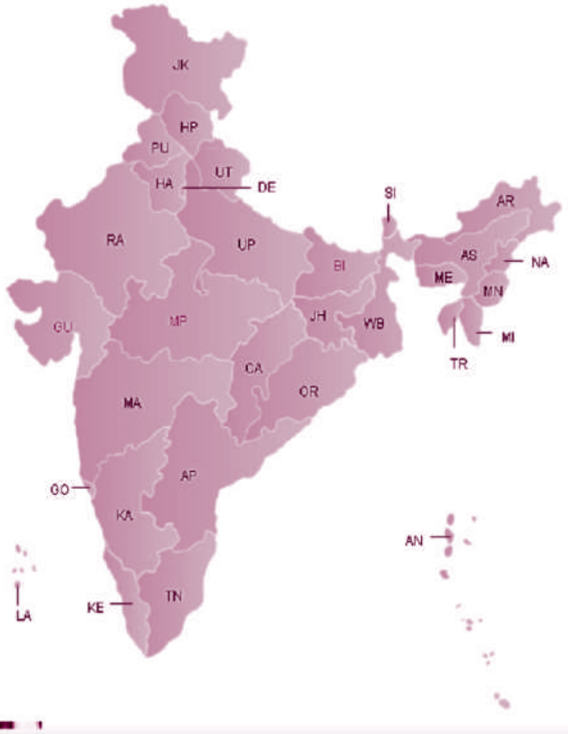

# سبزیوں کا مشاعرہ

HU2R2U

موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ دور تک پھیلے ہوئے کھیتوں میں طرح طرح کی سبزیوں کے پودے اور بیل بوٹے بارش میں جھوم رہے ہیں۔ ہر طرف مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو پھیلی ہوئی ہے۔ جگہ جگہ مرچ کے پودے لہلہا رہے ہیں۔ ہری ہری اور سرخ مرچ کے گچھے جھوم کر برکھا کے گیت گا رہے ہیں۔ سامنے اروی کے پتوں پر بارش کے قطرے اس طرح ڈول رہے ہیں جیسے وہ موتی کے دانے ہوں۔ آس پاس چند مینڈک اچھل کر ٹرّاتے جا رہے ہیں۔

کھیت جل تھل بنا ہوا ہے۔ دو کسان کندھوں پر ہل رکھے، بیلوں کو ہانکتے اور آپس میں باتیں کرتے ہوئے آ رہے ہیں۔ ان کے درمیان حال ہی میں ہوئے مشاعرے کی باتیں ہو رہی ہیں۔

اچانک بارش تیز ہوگئی۔ وہ دونوں رک گیے اور بیلوں کو روک کر پگڈنڈی پر بیٹھ گیے۔ بیٹھتے ہی مشاعرے کا ذکر چل پڑا۔ ایک سرخ مرچ ان کی مزے دار باتوں کو غور سے سن رہی ہے اور جب رہ رہ کر سر ہلانے لگتی ہے تو گچھے کی دوسری مرچیں بھی جھومنے لگتی ہیں۔

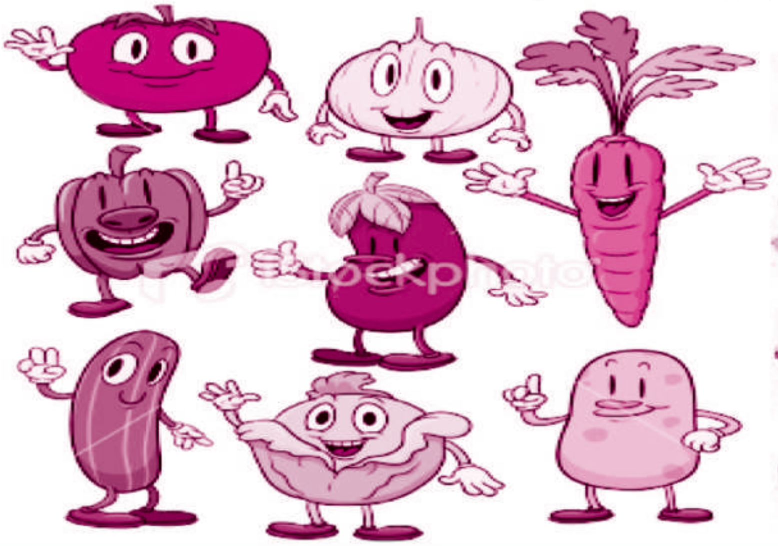

بارش اور تیز ہونے لگی ۔ زوردار کی کڑک اور بجلی کے خوف سے کسان ہل بیل لیے چلے جاتے ہیں۔ سرخ مرچ کچھ سوچ کر زور زور سے سر ہلانے لگتی ہے اور پودے سے اتر کر پگڈنڈی پگڈنڈی کھیتوں کو پاٹتی ہوئی آلو کے کھیت میں پہنچتی ہے۔ دیکھتی ہے جگہ جگہ آلو کے ڈھیر جمع ہیں۔ مرچ آلو کے ایک ڈھیر پر چڑھ جاتی ہے۔ کئی آلو کسمسا کر ادھر ادھر ہو جاتے ہیں۔ ڈھیر سے ایک بڑا سا آلو سر ابھارتا ہے۔ مرچ کو کیچڑ سے لت پت دیکھ کر ہنس دیتا ہے۔

آلو : بی مرچ! کیا بارش کے مزے لے رہی ہو؟

بی مرچ : ہاں، مزے تو لے رہی ہوں۔ لیکن اس وقت آنے کا مقصد کچھ اور ہے۔

آلو : تو پھر بتاؤ، آخر وہ مقصد کیا ہے؟

بی مرچ : میں نے ابھی ابھی دو کسانوں کو مشاعرے کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے سنا۔ ان کی باتیں بڑی ہی دلچسپ تھیں۔ میں نے سوچا کہ ہم بھی کیوں پیچھے رہیں۔ کیا ہم ساری سبزیاں مل کر ایک مشاعرہ نہیں کر سکتے؟

آلو : کیوں نہیں کر سکتے۔ ہم سب چاہیں تو ایک شاندار مشاعرہ ہو سکتا ہے۔ لیکن مشاعرے کا سارا انتظام کون کرے گا؟

بی مرچ : آپ اجازت دیں تو میں اپنے دوستوں کی مدد سے سارا انتظام کر سکتی ہوں۔

آلو : (خوش ہو کر) بی مرچ! تم بہت ہی حوصلہ مند ہو۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ تم اپنے دوستوں کی مدد سے ہماری برادری کے تمام بھائی بہنوں کو مشاعرے کی خبر کر دو۔ سبزیوں کا یہ مشاعرہ اسی جگہ ہوگا۔

بی مرچ نے اعلان کیا۔ سبزی برادری کے بھائیو اور بہنو! آئندہ کل آلو کھیت میں سبزیوں کا مشاعرہ ہوگا۔ تمام بھائی بہنوں کو مشاعرہ سننے اور شعر سنانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ سنو! سنو!!....'' اعلان سن کر سبزی برادری میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ٹماٹر، گاجر، شلغم، گوبھی، پودینہ، کریلا اور دوسری سبزیاں کاغذ قلم سنبھال لیتی ہیں۔ ہر طرف لکھنے لکھانے اور گنگنانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مشاعرے کی خبر دور دور تک پہنچ رہی ہے۔

جو سبزیاں کھیتوں سے گاؤں اور شہروں میں بکنے کے لیے پہنچیں انھوں نے ہاٹ اور بازاروں کی دوسری سبزیوں کو مشاعرے کی خبر کر دی۔ اس طرح مشاعرے کی خبر، سبزی منڈیوں اور گوداموں تک جا پہنچی۔ دوسرے دن کا سورج نکلتے ہی بھاگ دوڑ شروع ہوگئی۔ ہاٹ بازاروں میں تو کہرام مچ گیا۔ اچانک دکان دار اور خوانچے والے چلانے لگے۔ پکڑو، پکڑو، بھاگ رہی ہیں، جانے نہ پائیں، پکڑو پکڑو....لوگوں نے حیرت سے دیکھا کہ سبزیاں ٹوکری اور خوانچے سے کود کود کر بھاگ رہی ہیں۔ ایک صاحب کے تھیلے سے دو چار بیگن پھدک کر نکلے اور منہ اٹھائے دوڑتے چلے گیے۔ سبزی منڈی سے خبر آئی کہ سبزیاں بوروں کو پھاڑ کر رفو چکر ہوگئی ہیں۔ ادھر کئی عورتوں کو دیکھا گیا کہ ہاتھوں میں چاقو چھریاں لیے دروازے پر کھڑی ہائے ہائے کر رہی ہیں اور آلو، ٹماٹر، گوبھی، پالک وغیرہ سبزیاں دروازے سے نکل کر بھاگ رہی ہیں۔

اس طرح سبزیوں کی ایک بڑی تعداد بھاگم بھاگ آلو کھیت میں جمع ہو جاتی ہے، اسٹیج پر کئی سبزیاں سج دھج کر بیٹھی ہیں۔ ایک کرسی پر بڑا سا آلو سر پر تاج رکھے بیٹھا ہے۔ بی مرچ ہاتھ میں ایک کاغذ پکڑے مائک پر آتی ہے۔

بی مرچ : سبزی برادری کے بھائی بہنوں کو سلام عرض کرتی ہوں۔ آج کا یہ مشاعرہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ میں اس مشاعرے کی صدارت کے لیے محترم آلو مہارج کا نام پیش کرتی ہوں (سبحان اللہ، سبحان اللہ، ہم اس کی تائید کرتے ہیں، کی آواز بلند ہوتی ہے)۔ اب میں آلو مہارج سے درخواست کرتی ہوں وہ شمع روشن کر کے اس محفل کے حسن کو دوبالا کریں۔

آلو مہارج تخت سے اٹھ کر شمع روشن کرتے ہیں اور سبھوں کو مبارک باد دیتے ہیں۔ ایک مرچ آگے بڑھ کر آداب بجالاتی ہے اور مہاراج کو گلدستہ پیش کرتی ہے۔

بی مرچ : بھائیو اور بہنو! اب مشاعرہ شروع ہو رہا ہے۔ میں سب سے پہلے ٹماٹر صاحب سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور اپنا کلام پیش کریں۔

ٹماٹر : تمام بھائی بہنوں کو سلام عرض ہے۔ آئیے، سب سے پہلے اپنے رب کا شکر ادا کریں۔ شعر حاضر کر رہا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

(اسٹیج سے ارشاد۔ ارشاد کی آواز آتی ہے)

اپنا اپنا نصیب ہے یارو اس کی قدرت عجیب ہے یارو
کل جہاں پہ ہیں رحمتیں اس کی جب برستی ہیں شفقتیں اس کی
ذرہ ذرہ اذان دیتا ہے اپنے رب کو پکار اٹھتا ہے

ہر طرف سے واہ واہ سبحان اللہ کی آواز بلند ہوتی ہے۔

ٹماٹر : شکریہ حضرات، اب غزل کے دو تین اشعار پیش کر رہا ہوں۔ عرض کیا ہے۔

ٹماٹر ٹماٹر ٹماٹر ٹماٹر ہوں سالن کا راجا سراسر سراسر
اچاروں کو دیتا ہوں لذت انوکھی سلاڈ اور سالن کو کرتا ہوں بہتر
مرا شعر سن کر سبھی بول اٹھے مکرّر مکرّر مکرّر مکرّر

واہ واہ، خوب ہے بھئی خوب، کی آواز ابھرتی ہے۔ ٹماٹر آداب کرتا ہوا رخصت ہو جاتا ہے۔

بی مرچ : حضرات! مجھے امید ہے کہ یہ محفل خوب جمے گی۔ اب میں جناب کریلا کو دعوت دیتی ہوں۔ وہ مائک پر آئیں اور کلام پیش کریں۔

کریلا : چند اشعار پیشِ خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(ارشاد۔ ارشاد کی آواز آتی ہے)

عرض کیا ہے:

دیکھیے کتنا ہرا لگتا ہوں میں　　شکل وصورت سے بھلا لگتا ہوں میں
پیٹ کے کیڑوں کو کر دیتا ہوں صاف　　جسم سے پھوڑوں کو کر دیتا ہوں صاف

ہر طرف سے واہ واہ کی آواز آتی ہے۔
کریلا: دو شعر اور حاضر ہیں:

میرے پتے بھی دوا کا کام دیں　　راحت و آرام کا پیغام دیں
ذائقے میں گرچہ کڑوا ہوں بہت　　گُن میں لیکن میں ہی اچھا ہوں بہت

سننے والوں نے خوب واہ واہ کی۔ایک طرف سے آواز آئی۔''میاں کریلے، آپ تو دواخانہ لگتے ہیں''
یہ سن کر ہنسنے کی دبی دبی آواز ابھرتی ہے۔کریلا منہ پھلا کر بیٹھ جاتا ہے۔

بی مرچ : حضرات، اس مشاعرے کے لیے ہمارے بڑے بھائی کدو نے جو قربانی دی ہے وہ قابلِ تعریف ہے۔حالانکہ وہ کچھ بیمار ہیں لیکن ان کا شوق دیکھیے کہ وہ ہمارے درمیان موجود ہیں۔میں بڑے ہی احترام سے ان کو کلام پیش کرنے کی دعوت دیتی ہوں:

کدو : (مرہم پٹیوں سے جکڑا ہوا مائک پر آتا ہے) حضرات! میں بہت ہی خوش ہوں کہ ہم سب ایک جگہ جمع ہیں اور مشاعرے کا لطف اٹھا رہے ہیں۔کلام حاضر کر رہا ہوں۔ملاحظہ فرمائیں۔

(ارشاد ارشاد کی آواز آتی ہے)

آپ سب کا غلام کہتا ہے
شہر میں اور گاؤں میں کدو
لوگ مجھ پر یہ ظلم ڈھاتے ہیں
شور اٹھا کہ لے گیا، لوگو
چوٹ پھر ہم کو دے گیا بندر

گول کدو سلام کہتا ہے
دھوپ میں اور چھاؤں میں کدو
پھول، پتوں کو نوچ کھاتے ہیں
جُل ہمیں پھر سے دے گیا لوگو
گول کدو کو لے گیا بندر

آلو کھیت واہ واہ کی آواز سے گونج اٹھتا ہے۔ کدو آداب کر کے رخصت ہو جاتا ہے۔

بی مرچ : بھائی کدو نے مشاعرے میں جان ڈال دی ہے۔ اب میں پالک بیگم سے درخواست کرتی ہوں، اپنا کلام پیش کریں۔

پالک بیگم: جلدی جلدی میں جو کچھ لکھ سکی ہوں۔ حاضر ہے۔

(ارشاد ارشاد کی آواز ابھرتی ہے)

چلبلا سا ایک بالک کھا گیا
پوٹلی میں بند تھی

سبز پالک کھا گیا
کھول کر چھکڑے کا چالک کھا گیا

سننے والوں میں سے کئی ایک واہ واہ کر اٹھے۔

دو شعر اور پیش کر رہی ہوں۔ عرض کیا ہے:

دیکھیے اور مجھ کو ہر دم کھائیے
فائدہ ہی فائدہ ہوں سر بہ سر

اپنی بینائی کو طاقت دیجیے
میری چاہت دل میں پیدا کیجیے

واہ واہ، خوب ہے خوب ہے، کی آواز ابھرتی ہے۔ پالک بیگم ہنستی ہوئی رخصت ہو جاتی ہے۔
بی مرچ : میں اپنی نظم ''مرچ نامہ'' پیش کرنے جا رہی ہوں، ملاحظہ فرمائیں:
(ارشاد ارشاد کی آواز آتی ہے)

مرچ نامہ پیش کرتی ہوں حضور
بزم میں پھیلے گا اس سے رنگ و نور
مجھ کو کھا کر رال ٹپکاتے ہیں سب
بارہا پلکوں کو جھپکاتے ہیں سب
گر چہ دنیا میں بہت مشہور ہوں
دلی والوں کو مگر منظور ہوں
ہنستے گاتے کھا گیے مٹھو میاں
فن عجب دکھلاگیے مٹھو میاں
کاش کہ خاور بھی ہوتے بزم میں
رال سے ہونٹوں کو دھوتے بزم میں

واہ واہ کیا سریلی آواز ہے، سبحان اللہ، طرح طرح کی آواز سے آلوکھیت گونج اٹھتا ہے۔
بی مرچ : حضرات بہت شکریہ۔ اب میں جناب بیگن سے درخواست کرتی ہوں وہ مائک پر تشریف لائیں۔
بیگن: چند اشعار پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ عرض کیا ہے۔

دھن کے پکے لگتے ہیں
بھولے بھالے لگتے ہیں
بیگن کھانے والے لوگ
بیگن کھانے والے لوگ
محفل محفل چھاتے ہیں
گیت انوکھے گاتے ہیں
بیگن کھانے والے لوگ
بیگن کھانے والے لوگ

پوری محفل واہ واہ کر اٹھتی ہے۔ بیگن ہنستا ہنساتا ہوا رخصت ہو جاتا ہے۔

بی مرچ : بھائیو اور بہنو! اب دل تھام کر بیٹھیے، آپ کے سامنے اس مشاعرے کے صدر آلو مہاراج تشریف لا رہے ہیں۔

آلو مہاراج: تمام بھائی بہنوں کو سلام عرض ہے۔ آلو کھیت کا یہ مشاعرہ، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یادگار بنا رہے گا۔ آپ حضرات کے ذوق وشوق کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ میں آپ سبھوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیجیے چند اشعار حاضر ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(ارشاد ارشاد کی آواز آتی ہے)

میری شہرت ہے زیادہ پر طبیعت کا ہوں سادہ
مجھ پہ اللہ کی رحمت مجھ سے سالن میں ہے برکت
رات گھٹ کر ہو گئی کم صبح ہو گی اب کسی دم
الوداع کہتا ہوں سب کو الوداع کہتا ہوں سب کو

آلو کھیت واہ واہ کی آواز سے لرز اٹھتا ہے۔ سبزیاں نعرے لگانے لگتی ہیں۔ آلو مہاراج۔ زندہ باد۔ اسی وقت دور سے مرغ کے بانگنے کی آواز آتی ہے اور شمع بھڑک کر بجھ جاتی ہے!!!

☆☆☆

ا۔ پڑھیے اور سمجھیے:

| | | |
|---|---|---|
| پگڈنڈی | : | وہ راستہ جو پیدل چلنے سے بن جاتا ہے۔ |
| منڈیر | : | دیوار کے اوپر کا حصہ جو ڈھلوان ہوتا ہے۔ |
| مکرر | : | دوبارہ |
| جُل دینا | : | دھوکا دینا |
| رال | : | لعابِ دہن |
| ذائقہ | : | مزہ |

# مشق

۲۔سوچیے اور بتائیے:

(i) سبزیوں کا مشاعرہ کہاں منعقد ہوا اور کس نے صدارت کی؟

(ii) مشاعرہ کا آغاز کس طرح ہوا لکھیے ؟

(iii) کریلے کے اشعار سننے کے بعد اسے دواخانہ کیوں کہا گیا؟

(iv) آلو مہاراجا نے بزمِ مشاعرہ کا اختتام کس طرح کیا؟

۳۔نیچے دیے گیے الفاظ کی جنس بتائیے:

کھیت ۔ مشاعرہ ۔ ہل چل ۔ قربانی ۔ جرأت ۔ کلام ۔ آواز ۔ شمع

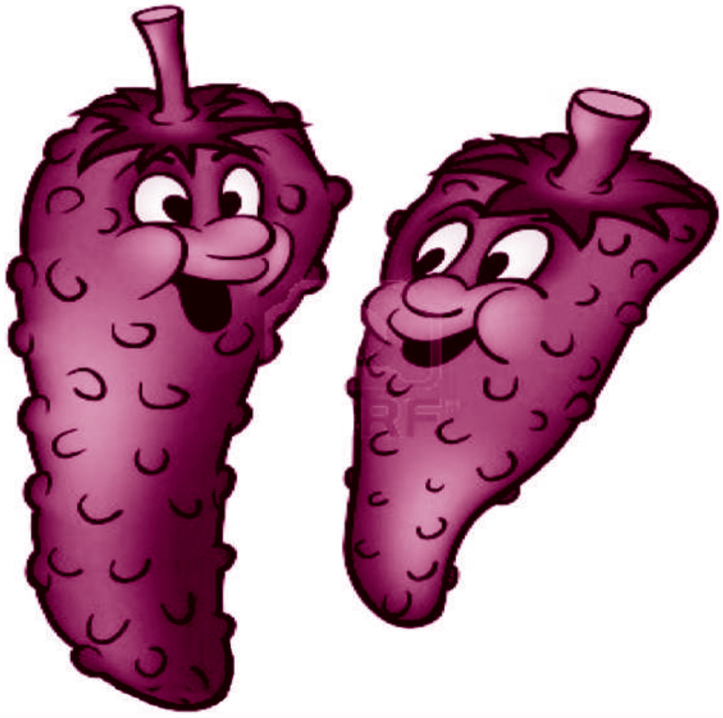

# ایک خط

## پنڈت جواہر لعل نہرو کا خط، اپنی بیٹی اِندرا کے نام

سینٹرل جیل، نینی (الہ آباد)
26 اکتوبر 1930

پیاری بیٹی!

تمھیں اپنی سال گرہ کے موقع پر تحفے اور نیک خواہشات ملتی ہی رہی ہیں۔ نیک خواہشات کی تو اب بھی کوئی کمی نہیں۔ لیکن میں نینی جیل سے تمہارے لیے کیا تحفہ بھیج سکتا ہوں؟ نیک خواہشات کا تعلق تو دل سے ہے جیسے کوئی پری تمھیں یہ سب کچھ دے رہی ہو۔ یہ وہ چیزیں ہیں جنھیں جیل کی اونچی دیواریں بھی نہیں روک سکتیں۔

تم خوب جانتی ہو کہ مجھے نصیحت کرنے سے کتنی نفرت ہے۔ جب کبھی میرا جی چاہنے لگتا ہے کہ نصیحت کروں تو ہمیشہ اُس ''عقل مند'' کی کہانی یاد آ جاتی ہے جو میں نے کبھی پڑھی تھی۔ شاید ایک دن تم بھی وہ کتاب پڑھو جس میں یہ کہانی بیان کی گئی ہے۔

کوئی تیرہ سو برس گزرے کہ ملک چین سے ایک سیّاح، علم و دانش کی تلاش میں ہندوستان آیا۔ اس کا نام ہیُون سانگ تھا۔ وہ شمال کے پہاڑ اور ریگستان طے کرتا ہوا یہاں پہنچا۔ اسے علم کا اتنا شوق تھا کہ راستے میں اس نے سیکڑوں مصیبتیں اٹھائیں اور ہزاروں خطروں کا مقابلہ کیا۔ وہ ہندوستان میں بہت دن رہا۔ خود سیکھتا تھا اور دوسروں کو سکھاتا تھا۔ اس کا زیادہ تر وقت نالندہ وِدّیا پِٹھ میں گزرا جو شہر پاٹلی پُتر کے قریب واقع تھی۔ اس شہر کو اب پٹنہ کہتے ہیں۔

ہیُون سانگ پڑھ لکھ کر بہت قابل ہوگیا۔ حتٰی کہ اس کو فاضلِ قانون (بدھ مت) کا خطاب دیا گیا۔ پھر اس نے سارے ہندوستان کا سفر کیا۔ اس عظیم الشان ملک کے باشندوں کو دیکھا بھالا اور ان کے بارے میں پوری معلومات حاصل کیں۔ اس کے بعد اس نے اپنا سفر نامہ لکھا۔ اس کتاب میں وہ کہانی بھی شامل ہے جو اس وقت مجھے یاد آئی:

یہ ایک شخص کا قصہ ہے جو جنوبی ہند سے شہر ''کرنا سونا'' میں آیا۔ یہ شہر صوبہ بہار بھاگل پور کے آس پاس کہیں تھا۔ ہیُون سانگ نے سفر نامے میں لکھا ہے کہ یہ شخص اپنے پیٹ کے چاروں طرف تانبے کی تختیاں باندھے رہتا تھا۔ سر پر ایک جلتی ہوئی مشعل رکھتا تھا۔ ہاتھ میں ڈنڈا لیے ہوئے اکڑ اکڑ کر چلتا تھا اور اس عجیب وغریب انداز میں بڑی شان سے ادھر ادھر گھومتا پھرتا تھا۔ جب کوئی اس سے پوچھتا کہ آخر آپ نے یہ کیا صورت بنا رکھی ہے؟ تو وہ جواب دیتا کہ ''میرے اندر بے حساب علم بھرا ہوا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرا پیٹ نہ پھٹ جائے۔ اس لیے میں نے اپنے پیٹ پر تانبے کی تختیاں باندھ رکھی ہیں۔ اور چونکہ تم سب لوگ جہالت کے اندھیرے میں رہتے ہو، مجھے پر ترس آتا ہے، اس لیے میں ہر وقت اپنے سر پر مشعل لیے پھرتا ہوں۔''

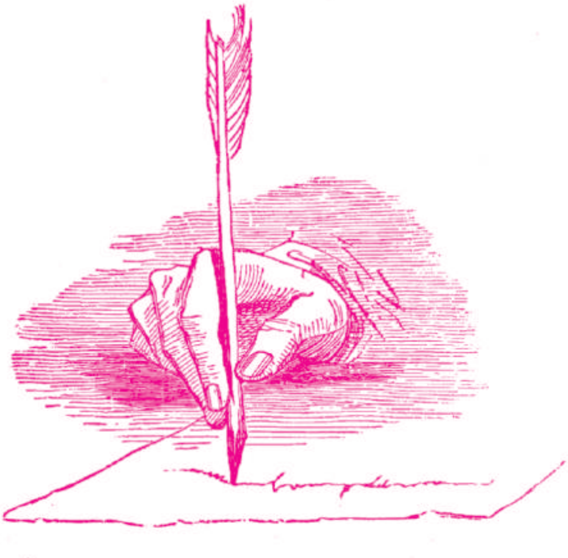

ہاں تو مجھے ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ بہت زیادہ علم وحکمت سے پھٹ جاؤں، اس لیے مجھے اپنے پیٹ پر تانبے کی تختیاں باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میری عقل میرے پیٹ میں نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں بھی ہو، اس میں اتنی گنجائش ہے کہ بہت کچھ اور سما سکے۔ اور جب میری عقل محدود ہے تو میں کیسے ایک عقل مند آدمی بن کر دوسروں کو مشورہ دوں۔ اسی لیے یہ جاننے کی کوشش کرتا ہوں کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط، کیا کرنا چاہیے اور کیا نہ کرنا چاہیے اور اس بحث مباحثے سے کبھی کبھی کوئی سچائی نکل آتی ہے۔

اس لیے میں نصیحت نہیں کروں گا۔ پھر کیا کروں۔ خط باتوں کی جگہ نہیں لے سکتا، کیونکہ یہ یک طرفہ ہوتا ہے۔ اس لیے میں اگر کوئی بات کہوں اور وہ تم کو نصیحت لگے، تو اسے کڑوی گولی سمجھ کر مت نگلو۔ بس یہ سمجھو کہ میں تم کو مشورہ دے رہا ہوں، اور گویا ہم تم آمنے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔

میں نے تم کو لمبا سا خط لکھ ڈالا، ابھی بہت سی باتیں باقی ہیں۔ اتنی باتیں اس خط میں کیسے آسکتی ہیں!

تم بڑی خوش قسمت ہو کہ اپنے ملک کی آزادی کی جدّ وجہد کو دیکھ رہی ہو۔ تم اس لحاظ سے بھی خوش قسمت ہو کہ ایک بہت بہادر عورت تمھاری ماں ہے۔ اگر تم کو کبھی کسی بات میں شبہ ہو اور یا تم کسی پریشانی میں ہو تو تم کو ماں سے بہتر ساتھی نہیں مل سکتا۔

خدا حافظ بیٹی !.......میری دعا ہے کہ ایک دن بہادر سپاہی بنو اور ہندوستان کی خدمت کرو۔

محبت اور نیک خواہشات کے ساتھ
جواہر لعل نہرو

ا۔ پڑھیے اور سمجھیے:

سیّاح : جگہ جگہ کی سیر کرنے والا

وِدّیا پیٹھ : پرانے زمانے کی یونیورسٹی

علم : واقفیت، خبر شبہ : شک

اندیشہ : خطرہ مشعل : ایک طرح کی جلتی ہوئی روشنی

## مشق

ا۔ سوچیے اور بتائیے:

(i) پنڈت جواہر لعل نہرو کون تھے؟

(ii) یہ خط کس کے نام لکھا گیا ہے؟

(iii) چینی سیاح کب ہندوستان آیا تھا؟

(iv) جس آدمی کا ذکر چینی سیّاح نے کیا ہے وہ اپنے بارے میں کیا سوچتا رہتا تھا؟

(v) کیا وہ آدمی واقعی عقل مند تھا؟

(vi) وہ دوسرے لوگوں کو کیا سمجھتا تھا؟

۳۔ خالی جگہوں کو پر کیجیے:

(i) چین کا ایک سیاح علم کی............میں ہندوستان آیا تھا۔

(ii) اس نے سارے ہندوستان کا.........کیا۔

(iii) وہ آدمی اکڑ اکڑ کر بڑی شان سے ادھر ادھر.........پھرتا تھا۔

(iv) وہ کہتا تھا میرے اندر اتنا.........بھرا ہے کہ کہیں میرا پیٹ نہ پھٹ جائے۔

(v) وہ اپنے سر پر.........لیے پھرتا تھا۔

۳۔ نیچے دیے گیے الفاظ کو جملوں میں استعمال کیجیے:

سیّاح۔ عظیم الشّان۔ عجیب وغریب۔ علم وحکمت۔ نصیحت۔ جدّ وجہد

۴۔ لکھیے:

اپنے کسی دوست کو خط لکھیے جس میں پنڈت جواہر لعل نہرو کے بیان کیے ہوئے اس قصے کا ذکر کیجیے۔

یاد رکھنے کی بات:

پاٹلی پتر کا نیا نام ''پٹنہ'' ہے۔ یہ شہر آج کل بہار کا دارالحکومت ہے۔

# اولمپک کھیل

آپ نے اولمپک کھیلوں کا نام تو سنا ہوگا۔ان کھیلوں میں دنیا کے بہترین کھلاڑی حصہ لیتے ہیں۔آیئے! ہم آپ کو ان کھیلوں کے بارے میں بتائیں۔''اولمپک''یونانی لفظ اولمپیا سے بنا ہے۔ یونان کی ایک وادی کا نام اولمپیا ہے،جس میں دریائے ایفوں بہتا ہے۔یہ وادی بے حد خوب صورت اور کشادہ ہے۔

ایک روایت کے مطابق پہلا اولمپک مقابلہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے 1253 سال پہلے ہرکولیز نے شروع کیا۔اس روایت کی کوئی تاریخی شہادت موجود نہیں ہے بلکہ تاریخی اعتبار سے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ مقابلے 884 ق۔م (قبل مسیح) میں شروع ہوئے اور پھر یہ مقابلے جاری رہے اور 776ق۔م سے ہر چار سال کے بعد یہ کھیل پابندی کے ساتھ ہونے لگے۔اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ اولمپک مقابلے ایک مہینے تک برابر ہوتے رہتے تھے۔جو لوگ ان مقابلوں میں حصہ لیتے تھے انہیں بڑی محنت سے تربیت دی جاتی تھی۔اس زمانے میں عورتوں کو ان مقابلوں میں شرکت کی اجازت نہ تھی۔

اولمپک میں جو لوگ تین مقابلوں میں اول آتے ان کے مجسمے بنا کر اولمپیا میں نصب کر دیے جاتے تھے اور جب یہ لوگ اپنے شہر جاتے تو عام دروازے سے داخل نہیں ہوتے تھے بلکہ ان کے لیے شہر پناہ کی دیوار کو توڑ کر راستہ بنایا جاتا تھا۔ کھلاڑیوں کے ساتھ بہت بڑی بھیڑ بھی ہوتی تھی۔

اولمپک کھیل تہوار کے طور پر ہوتے تھے۔ ان کے شروع ہونے سے پہلے ڈھنڈورچی تمام یونان میں اعلان کرتے کہ اولمپیا کے مقابلے ہونے والے ہیں۔ اس زمانے میں آپس کے جھگڑے اور لڑائیاں روک دی جاتی تھیں۔ اس اعلان کا مقصد یہ تھا کہ ملک کے ہر گوشے سے لوگ بے خوف وخطر مقابلوں میں شرکت کے لیے آسکیں۔

ان مقابلوں میں عورتوں، غلاموں اور غیر یونانیوں کو حصہ لینے کی اجازت نہ تھی۔ حصہ لینے والوں کے لیے یہ شرط تھی کہ انہوں نے کوئی جرم نہ کیا ہو، ان کے اعمال اچھے اور پاکیزہ ہوں، انھوں نے کم سے کم دس مہینے مقابلے کی تیاری کی ہو اور آخری مہینہ اولمپیا میں گذارا ہو۔ مقابلے سے پہلے کھلاڑیوں کا معائنہ ہوتا اور وہ کھیلوں میں دیانت داری سے حصہ لینے کا عہد کرتے۔ ان لوگوں کی بڑی عزت کی جاتی۔ شاعر ان پر نظمیں لکھتے، سنگ تراش ان کے مجسمے بناتے، عوام جلوس نکالتے اور یہ کھلاڑی ملک کے بہترین فرزند کہے جاتے۔ زیتون کی پتوں کا تاج بنا کر ان کے سروں پر رکھا جاتا۔ یہ یونانیوں کے نزدیک سب سے بڑا اعزاز تھا۔

یونانی اولمپک کھیلوں کا یہ سلسلہ 394ء تک جاری رہا۔ پھر یہ مقابلے بند ہو گئے اور اولمپیا کے میدان میں سناٹا چھا گیا۔ اس کے ساتھ ملک کے بہادر فرزندوں کے کارنامے بھی تاریخ کی کتابوں میں دب کر رہ گیے اور کھیلوں کا یہ سلسلہ پندرہ سو سال تک بند رہا۔

انیسویں صدی کے آخر میں ایک فرانسیسی نوجوان ''کوبے تین'' نے اولمپک کھیلوں کو پھر سے شروع کرنے کی تحریک کی۔ اس کا خیال تھا کہ دماغ کے ساتھ جسم کی نشو ونما بھی ضروری ہے۔ وہ خود اولمپیا گیا اور وہاں اس کو خیال آیا کہ کیوں نہ کھیلوں کے مقابلے بین الاقوامی سطح پر شروع کیے جائیں۔ اس نے 1894ء مین دنیا بھر کے کھیل کود کے نمائندوں کو دعوت دی۔ یہ جلسہ بہت کامیاب ہوا اور سب نے تائید کی کہ اولمپک کھیلوں کو پھر سے شروع کیا جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے یونان کے شہر ایتھنز کا انتخاب ہوا اور 6/اپریل 1896ء کو پھر سے اولمپک کھیل شروع ہو گیے۔ اولمپک کھیلوں کی تاریخ میں ''کوبے تین'' کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔

1896ء میں جب اولمپک کھیل دوبارہ شروع ہوئے تو صرف تیرہ ملکوں کے کھلاڑی شریک ہوئے۔ اب یہ کھیل ہر چوتھے سال ہونے لگے اور ان کی مقبولیت برابر بڑھتی چلی گئی۔ 1908ء کے کھیلوں تک اولمپک دنیا بھر میں مشہور ہو گیے۔ یہاں تک 1912ء میں جب سوئیڈن کے دارُ الخلافہ اسٹاک ہوم میں اولمپک کھیل ہوئے تو ان میں تمام بر اعظموں کے لگ بھگ ڈھائی ہزار کھلاڑیوں نے حصّہ لیا۔ اس میں ستاون عورتیں بھی شامل تھیں۔

پھر تو جنگ عظیم کے زمانے کو چھوڑ کر ہر چار سال کے بعد مختلف ملکوں کے لیے اعلا سطح کی ایک بینُ الاقوامی مقابلہ اولمپیائی کھیلوں کے نام سے ہوتا رہا ہے۔ اس کے انتظام کے لیے اعلا سطح کی ایک بینُ الاقوامی کمیٹی ہے جس میں حصّہ لینے والے مختلف ملکوں کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ان کھیلوں کی تیاری پہلے سے شروع ہو جاتی ہے اور ہر ملک میں قومی مقابلوں کے ذریعے اچھے کھلاڑیوں کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ 1928ء کے اولمپیائی مقابلے ہندوستان کے کھیلوں کی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ ان میں ہندوستان نے ہاکی میں پہلا عالمی سونے کا تمغہ حاصل کیا تھا۔

دوسری جنگِ عظیم میں پھر یہ کھیل نہ ہو سکے۔ لیکن جنگ ختم ہونے کے بعد 1948ء میں لندن میں اولمپیائی مقابلے ہوئے جن میں ایک سو بائیس ملکوں کے دس ہزار کھلاڑیوں نے حصہ لیا۔

ان مقابلوں کی اپنی شان ہے۔ اولمپک کھیل شروع ہونے سے پہلے جب کھلاڑی قدم سے قدم ملا کر اسٹیڈیم میں چلتے ہیں تو سب سے آگے یونان کے کھلاڑی ہوتے ہیں۔ اس کے بعد حروف تہجی کے اعتبار سے دوسرے ملکوں کے کھلاڑی ہوتے ہیں۔ میزبان ملک کے کھلاڑیوں کا دستہ آخر میں ہوتا ہے۔ اس موقع پر بے شمار کبوتر چھوڑے جاتے ہیں اور پھر سب کی نظریں اس کھلاڑی پر پڑتی ہیں جو اولمپک کی مشعل لے کر اسٹیڈیم میں داخل ہوتا ہے۔ یہ مشعل سب سے پہلے اولمپیا میں سورج کی کرنوں سے روشن کی جاتی ہے۔ اسے ایک کے بعد ایک کھلاڑی دوسرے کو دیتا ہوا اس ملک کی طرف بڑھتا ہے جہاں اس سال کے اولمپک کھیل ہوتے ہیں اور اس طرح یہ مشعل ملکوں اور شہروں شہروں ہوتی وہاں پہنچتی ہے جہاں کھیلوں کے لیے سب لوگ جمع ہوتے ہیں۔ جب تک کھیل جاری رہتے ہیں یہ مشعل جلتی رہتی ہے اور کھیلوں کے ختم ہونے پر اسے بجھا دیا جاتا ہے اور اسی وقت اگلے اولمپک کھیلوں کے ملک اور شہر کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔

اولمپیائی کھیلوں کا اپنا جھنڈا ہے۔ اس کی زمین سفید ہے جو امن کی نشانی ہے۔ سفید زمین پر نیلے، پیلے، کالے، سبز اور لال رنگوں کے پانچ دائرے ہیں، جو ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں۔ یہ دائرے پانچ برِّ اعظموں کی علامت ہیں۔ ایشیا، آسٹریلیا، یوروپ، شمالی امریکہ، اور جنوبی امریکہ۔ لیکن اب یہ دائرے بین الاقوامی برادری کا نشان ہیں۔ ان پانچ رنگوں میں ہر قومی جھنڈے کا کوئی نہ کوئی رنگ شامل ہے۔ یوں یہ دائرے تمام ملکوں کے میل جول کو ظاہر کرتے ہیں۔

اولمپک کا موٹو لاطینی زبان میں ہے، جس کے معنی ہیں ''اور تیز اور اونچا اور مضبوط'' جو کھلاڑی کو تمام تر قوت کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ کرتا ہے۔

کھیلوں کی اہم بات محض جیتنا نہیں، بلکہ ان میں حصہ لینا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کھیل کو کھیل کے جذبے کے ساتھ کھیلنا چاہیے۔ کھیلوں میں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہارنے والا اگرچہ مقابلے میں ہار جاتا ہے، لیکن لوگوں کا دل جیتنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

ا۔ پڑھیے اور سمجھیے :

| | | |
|---|---|---|
| دستور | : | قاعدہ |
| روایت | : | بیان، وہ خیالات اور طور طریقے پہلے سے چلے آ رہے ہیں |
| شہادت | : | گواہی، ثبوت |
| اعمال | : | عمل کی جمع، کام |
| فرزند | : | بیٹا |
| نشوونما | : | ترقی |
| حروف تہجی | : | وہ حروف جو ہجے کرنے کے کام آتے ہیں جیسے الف، ب، ت.... |
| عہد | : | وعدہ |
| دائرے | : | حلقے |
| سنگ تراش | : | پتھروں کو کاٹنے والا مجسمہ ساز |
| گوشہ | : | کونا |
| بین الاقوامی | : | مختلف قوموں کے درمیان |

ا۔ پڑھیے اور سمجھیے :

دستور : قاعدہ

روایت : بیان، وہ خیالات اور طور طریقے جو پہلے سے چلے آ رہے ہیں

شہادت : گواہی، ثبوت

اعمال : عمل کی جمع، کام

فرزند : بیٹا

نشوونما : ترقی

حروفِ تہجی : وہ حروف جو ہجے کرنے کے کام آتے ہیں جیسے الف، ب، ت....

عہد : وعدہ

دائرے : حلقے

سنگ تراش : پتھروں کو کاٹنے والا مجسمہ ساز

گوشہ : کونا

بین الاقوامی : مختلف قوموں کے درمیان

(iii) 'مند' جوڑ کر لفظ بنائیے:

صحت : صحت مند فائدہ :

دولت : عقل :

۴۔ غور کیجیے اور لکھیے:

میں، ہم، تم، وہ وغیرہ ضمیر ہیں۔ ضمیریں جب اشخاص کے لئے استعمال ہوتی ہیں تو انہیں ضمیرِ شخصی، کہتے ہیں۔ ضمیرِ شخصی کی تین صورتیں ہیں:

ایک وہ جو بات کرتا ہے۔ اسے متکلم کہتے ہیں۔ جیسے میں، ہم، میرا

دوسرا وہ جس سے بات کی جاتی ہے۔ اسے حاضر کہتے ہیں۔ جیسے تو، تم، آپ۔

تیسرا وہ جس کے بارے میں بات کی جائے۔ اسے غائب کہتے ہیں۔ جیسے وہ، اس کو، اُن کو۔

ذیل کی ضمیروں کو چھانٹ کر الگ الگ خانوں میں لکھئے:

تم، میں، میرا، اُس کا، تجھے، ہم، انہیں، ہمارا، مجھے، تمہیں، ہمیں، تمہارا، اسے، ہم کو، وہ، ان کا۔

| متکلم | حاضر | غائب |
|---|---|---|
| | | |

INDIAN ARMY

An extraordinary life
A life full of adventure, honour and glory
Where you are one among a million,
and one in a million.

**Be The Best**
**Join Indian Army**

www.joinindianarmy.nic.in

# ARMS YOU FOR LIFE AND A CAREER........

INDIAN ARMY

| CATEGORY | EDUCATION | AGE |
|---|---|---|
| (1) Soldier (General Duty (All Arms) | SSLC/Matric 45% marks in aggregate and 32% in each subject, No % required if Higher Qualification, then only pass in matric i.e. 10+2 and above. | 17½ - 21Yrs |
| (2) Soldier (Technical) (Technical Arms, Artillery) | 10+2/Intermediate exam pass in Science with Physics, Chemistry, Math and English. | 17½ - 23Yrs |
| (3) Soldier Clerk/Store Keeper Technical (All Arms) | 10+2/Intermediate examination pass in any stream (Arts, Commerce, Sciencce) with 50% marks in aggregate and min 40% in each subject. No stipulation of marks for higher qualification. | 17½ - 23Yrs |
| (4) Soldier Nursing Assistant (Army Medical Corps) | 10+2/Intermediate exam pass in Science with Physics, Chemistry, Biology and English with minimum 50% marks in aggregate and minimum 40% marks in each subject. | 17½ - 23Yrs |
| (5) Soldier Tradesman (All Arms) | Non Matric | 17½ - 23Yrs |
| 6) Soldier (Genera Duty) Non Matric (All Arms) | Non Matric | 17 - 21Yrs |
| (7) Surveyor Auto Cartographer (Engineers) | BA/BSc with Maths having passed Matric & 12th (10+2) with Maths & Science | 20-25Yrs |
| (8) JCO (Religious Teacher) (All Arms) | Graduate in any discipline. In addition, qualification in his own religious denomination. | 27-34Yrs |
| (9) JCO (Catering) (Army Service Corps) | 10+2, Diploma/Certificate course of a duration of one year or more in Cookery/Hotel Management and Catering technology from recognized University. AICTE recognition is not mandatory. | 21-27Yrs |
| (10) Havildar Education | GP"X" - M.A./M.Sc. Or B.A., B.Ed./B.Sc., B.Ed.<br>GP - "Y" - B.A./B.Sc. Without B.Ed. | 20-25Yrs |

Note : Dispensation in Education for enrolment as Sol (GD) is permissible to some selected State/Region/Class & Community by the Govt.
Details may be obtained from nearest ARO/ZRO.
(This data is only of informative value and subject to change) For Details contact Recruiting staff.
Visit us at www.joinindianarmy.nic.in E-mail : recruitingdirectorate@vsnl.net